THE SENATE OF PAKISTAN DEBATES

OFFICIAL REPORT

Tuesday, March 14, 1995

(55th Session)

Volume I No. 3

(Nos. 1—9)

CONTENTS

		Pages
1.	Recitation from the Holy Quran	1
2.	Leave of Absence	2
3.	Fateha	2—4
4.	Privilege Motion; *Re* : alleged statement of a Minister against the rulling of the Chair amounting the contempt of the House	4—37

SENATE OF PAKISTAN

SENATE DEBATES

Tuesday, March 14, 1995

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall (Parliament House) Islamabad, at twenty five minutes past five in the evening with Mr. Chairman (Mr Wasim Sajjad) in the Chair.

Recitation from the Holy Quran

بسم اللہ الرحمن الرحیم

واذا ذکراللہ وحدہ اشمازت قلوب الذین لا یومنون بالاخرتہ واذا ذکرالذین من دونہ اذا ھم یستبشرون قل اللھم فاطرالسموت والارض علم الغیب والشھادتۃ انت تحکم بین عبادک فی ما کانوا فیہ یختلفونO

ترجمہ: اور جب تنہا خدا کا ذکر کیا جاتا ہے تو جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان کے دل منقبض ہو جاتے ہیں۔ اور جب اس کے سوا اوروں کا ذکر کیا جاتا ہے تو خوش ہو جاتے ہیں۔

کہو کہ اے خدا (اے) آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے (اور) پوشیدہ اور ظاہر کے جاننے والے تو ہی اپنے بندوں میں ان باتوں کا جن میں وہ اختلاف کرتے رہے ہیں فیصلہ کرے گا۔

LEAVE OF ABSENCE

جناب چیئرمین۔ رخصت کی درخواستیں۔ جناب سردار یعقوب ناصر صاحب نے ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ 12 مارچ تا حالیہ مکمل اجلاس کے لئے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا آپ ان کی رخصت منظور فرماتے ہیں۔

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین۔ سید جواد ہادی صاحب ذاتی وجوہ کی بنا پر مورخہ 23,22 فروری کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکے اس لئے انہوں نے ان تاریخوں کے لئے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا آپ ان کی رخصت منظور فرماتے ہیں۔

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین۔ محترمہ نسرین جلیل صاحبہ نے 14 تا 20 مارچ کے لئے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا آپ ان کی رخصت منظور فرماتے ہیں۔

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین۔ جناب فتح محمد خان صاحب نے مورخہ 14 تا 16 مارچ کے لئے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا آپ ان کی رخصت منظور فرماتے ہیں۔

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین۔جی جناب ڈاکٹر صاحب۔

FATEHA

ڈاکٹر محمد ریحان۔ جناب چیئرمین ہمارا پختہ ایمان ہے کہ موت برحق ہے۔ ہر ذی روح شے نے ایک نہ ایک دن موت کا ذائقہ چکھنا ہے لیکن جناب والا چند ہستیاں یا چند اشخاص ایسے ہوتے ہیں جن کی موت ایک بہت بڑا قومی سانحہ ہوتا ہے۔ جناب والا! ان کی وفات سے قوم و ملک کو بہت زیادہ نقصان پہنچ جاتا ہے۔ جناب والا ان روشنیوں کے میناروں میں ایک عظیم شخصیت مرحوم پروفیسر شیر محمد خان واسطی کی ہے۔ مرحوم بہت اونچے اوصاف کے مالک تھے۔ نہ صرف یہ کہ انہوں نے پڑھایا تھا بلکہ وہ paediatric کے شعبہ اطفال کے پاکستان میں

Diabetic Association, Deaf and Dumb جناب والا! اس کے ساتھ ساتھ founder تھے۔ Institutes اور اس کے طرح کاموں میں وہ اسی amuniscation allergy اور اس کے علاوہ طور پر ہمیشہ پیش پیش رہتے تھے اور اس قسم کے لوگوں کے جو ان کاموں میں جدوجہد کرتے تھے ان کے کیپٹن رہتے تھے۔ وہ خود نمائی کے سخت خلاف تھے۔ باوجود اس کے کہ وہ ایسے عظیم کاموں کے کیپٹن رہتے تھے۔ ہمیشہ کام کرنے کے بعد اپنے آپ کو پیچھے رکھتے تھے اور خودنمائی نہیں کرتے تھے۔ اگر ہم اس قسم کی ہستیوں کو خراج عقیدت نہ پیش کریں گے تو میں سمجھتا ہوں کہ ہم تاریخ کے مجرم بن جاتے ہیں۔ باوجود اس کے کہ وہ اتنے عظیم انسان تھے اور اتنے اونچے قد کاٹھ کے ڈاکٹر تھے وہ اتنی سادہ زندگی گزارتے تھے کہ ان کے جو ہم عصر یا ان سے جونیئر لوگ جو ہیں آج کل محل نما کوٹھیوں میں رہتے ہیں، مرحوم آخری دم تک لاہور کے جی پی او کے پیچھے ایڈورڈ روڈ کے سادے سے گھر میں رہتے تھے۔

جناب چیئرمین۔ حافظ صاحب دعا کروائیں۔

(اس موقع پر حافظ حسین احمد نے دعائے مغفرت کروائی)

جناب چیئرمین۔ تحریک استحقاق، جناب الیاس احمد بلور صاحب، وہ موجود نہیں ہیں۔ جی پروفیسر خورشید احمد صاحب۔

سید خورشید احمد شاہ۔ جناب منسٹر موجود ہے اور اس وقت دو خورشید کھڑے ہیں۔ میں جناب یہ گزارش کرنا چاہتا تھا کہ منسٹر موجود ہے۔۔۔۔۔

سید خورشید احمد شاہ۔ میں صرف یہ آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ کل یہ کہا جائے گا کہ منسٹر نہیں تھا۔

جناب چیئرمین۔ نہیں اس دن کہا گیا تھا آج نہیں کہا جائے گا۔ اس دن کہا گیا تھا کہ آپ نہیں ہیں۔

سید خورشید احمد شاہ۔ اس دن میں تھا میں چیمبر میں چلا گیا تھا۔

جناب چیئرمین۔ جی خورشید تو روز آتا ہے صرف جس دن بادل ہوں اس دن نظر نہیں آتا۔ جی پروفیسر خورشید احمد صاحب۔

پروفیسر خورشید احمد۔ جناب چیئرمین! در اصل ایک ہی موضوع ہے لیکن اس میں چونکہ تھوڑا سا variation ہے جیسا کہ آپ کے علم میں ہے یہ دو privilege motions move کئے ہیں دونوں میں آپ کے سامنے پڑھ دیتا ہوں۔

I would like to move the following privilege motion in the session of the Senate.

A meeting of the Standing Committee on Finance....

جناب چیئرمین۔ نہیں نہیں یہ دوسرا ہے پروفیسر صاحب۔

پروفیسر خورشید احمد۔ وہ دونوں اسی سے related ہیں ناں جی۔ club کرنے کے لئے میں نے آپ سے درخواست کی تھی۔

جناب چیئرمین۔ آج جو لگا ہوا ہے وہ ہے نمبر ۱۵۔

پروفیسر خورشید احمد۔ ٹھیک ہے وہ دونوں ایک ہی ہیں تقریباً۔ اگر آپ مجھے اجازت دیں اس لئے کہ بجائے اس کے کہ الگ الگ لیا جائے ------

جناب چیئرمین۔ پہلے وہ پڑھ دیں ناں جو ہے اور پھر اس کے بعد یہ لے لیں گے۔

PRIVILEGE MOTION

پروفیسر خورشید احمد۔ اچھا جی ایسا کر لیتے ہیں۔

RE: Alleged Statement of a Minister Against The Ruling Of The Chair Amounting To Contempt of The House.

The daily 'Jasarat', Karachi of 7th March, 1995 has reported the statement of Mr. N.D. Khan, Minsiter for Law and Parlaimentary Affairs that the ruling of the Chairman Senate in respect of those members of the Senate who are under arrest is out of date and a thing of the past. He also ruled out the possibility of bringing the arrested members to the next sitting of the Senate going to start from Wedenesday,

8th March, 1995. It is also reported that he said that the government had not sought any time to react to the Chairman's ruling which is in contradiction with the actual position as it was maintained in the Senate after the Chariman gave his ruling on the said issue. The statement of the Minister for Law and Parliamentary Affairs is a clear contempt of the House and a violation of its privilege.

I, therefore, beg to move that this privilege motion be given precedence on others and be discussed as first item of the agenda on 8th March, 1995.

مجھے اجازت دیں کہ جو دوسری relevant ہے وہ بھی پڑھ دوں۔

جناب چیئرمین۔ اس میں پروفیسر صاحب ایک دقت یہ ہے کہ چونکہ مسئلہ ایک ہی ہے تو آپ ایک ہی بات کر لیں دوسرا یہ بھی ہے کہ دو privilege motions move بھی نہیں ہو سکتے۔

پروفیسر خورشید احمد۔ اچھا ٹھیک ہے۔

جناب چیئرمین۔ اس لئے why not ، مسئلہ اگر ایک ہی ہے تو may be this will cover your difficulty.

پروفیسر خورشید احمد۔ ٹھیک ہے کوئی بات نہیں آپ مجھے صرف بات کہنے کی اجازت دیں۔

جناب والا پہلی بات تو یہ ہے کہ جو statement محترم وزیر صاحب نے دی ہے میں نے اس کی نقل بھی آپ کو دی ہے اور اس کے اندر انہوں نے صاف الفاظ میں جو چیز فرمائی ہے وہ یہ ہے کہ چیئرمین سینٹ کی رولنگ پرانی بات ہے حکومتی موقف پر کوئی گنجائش نہیں ۔ وزیر قانون و انصاف پارلیمانی امور پروفیسر این ڈی خان صاحب نے حزب اختلاف کے اسیر ارکان کو سینٹ کے اجلاس میں لانے سے متعلق چیئرمین سینٹ وسیم سجاد کی رولنگ پر عمل درآمد کے امکانات کو مسترد کر دیا ہے ۔ پیر کے روز جسارت سے گفتگو کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ چیئرمین کی رولنگ کا معاملہ پرانی بات ہو چکی ہے اور بدھ کے روز سے شروع ہونے والے اجلاس میں اس معاملے پر بحث کے کوئی امکانات نہیں ہیں ۔ انہوں نے کہا کہ اسیر ارکان کے بارے میں حکومت کا موقف بالکل واضح ہے اور اس میں تبدیلی کی گنجائش نہیں ہے ۔ جب ان کی توجہ

چیئرمین کی سینٹ میں مفصل رولنگ کی جانب مبذول کروائی گئی تو انہوں نے کہا یہ رولنگ چیئرمین کا موقف ہے جو انہوں نے بیان کر دیا ہے ہم نے بھی اپنا موقف واضح طور پر بیان کر دیا ہے۔ حکومت نے رولنگ کا جائزہ لینے کے لئے چیئرمین سے وقت نہیں مانگا کیونکہ اس کی ضرورت بھی نہیں ۔ اس مسئلے پر حکومت کا موقف وہی ہے جو اس تفصیلی رولنگ سے قبل تھا حکومت ہر حال میں آئین اور قانون کی پاسداری کرنے کی پابند ہے لیکن اسیر ارکان کا معاملہ حکومت کے دائرہ اختیار سے باہر ہے اور ان ارکان کو بہر حال سینٹ کے اجلاس میں آنے کے لئے عدالتوں ہی سے رجوع کرنا ہو گا انہوں نے کہا کہ یہ معاملہ پرانا ہو چکا ہے اخبارات اس معاملے کو خواہ مخواہ issue بنانا چاہتی ہے۔

تو جناب والا اس کے اندر کئی بڑے اہم قانونی دستوری اور اخلاقی پہلو ہیں جس کی بناء پر میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں اولین موقع کے اوپر اس معاملے کو لے لینا چاہیئے۔

پہلی بات جناب والا یہ ہے کہ حکومت دعویٰ کرتی ہے کہ وہ دستور کے مطابق اور قانون کے مطابق کام کر رہی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس معاملے میں اس کا رویہ صریحی طور پر دستور اور قانون ، دونوں کی خلاف ورزی پر مبنی ہے ۔ میں سب سے پہلے آپ کی توجہ اس حقیقت کی طرف دلاؤں گا کہ ایوان میں ، ایوان کے اراکین کو شریک ہونے کا موقع ملنا ایوان کا حق ہے ، ممبر کا حق ہے اور یہ ملک کا قانون بھی ہے ۔ لیکن نہ صرف وزیر موصوف نے یہ بیان دیا بلکہ ان کا عمل بھی یہ گواہی دے رہا ہے کہ ہمارے سینیٹر سعید قادر صاحب کو اس اجلاس میں نہیں لایا گیا ۔ اس سے پہلے فنانس کمیٹی کے اجلاس میں شرکت کے لئے سینٹ سیکرٹریٹ نے سید اشتیاق اظہر سینیٹر کے لئے احکام جاری کئے ۔ اس کے علاوہ ہم خیراتی صاحب کا معاملہ سینٹ کی اس کمیٹی کے اندر زیر غور لائے تھے ، ان کی evidence ضروری تھی ، اس لئے چیئرمین کمیٹی کے کہنے پر سینٹ نے باقاعدہ حکومت کو production order بھجوایا کہ خیراتی صاحب کو کمیٹی میں لایا جائے لیکن وہ انہیں نہیں لائے ۔ وزیر داخلہ اور وزیر مملکت برائے خزانہ ، دونوں تشریف لائے اور میں ممنون ہوں کہ انہوں نے اجلاس میں نہایت ہی اچھا رویہ اختیار کیا اور ہم نے ان سے in good faith اپیل کی کہ آپ دونوں حضرات اپنا اثر و رسوخ استعمال کریں اور ان دونوں افراد کو جن کی شرکت کے لئے کہا گیا ہے ، انہیں کمیٹی میں لائیں ۔ انہوں نے کہا کہ ہم کوشش کریں گے ۔ تین دن اس کمیٹی کی میٹنگ ہوئی

لیکن انہیں لایا نہیں گیا ۔ میں بتانا چاہتا ہوں کہ قول اور عمل ' دونوں کے اعتبار سے چیئرمین کی رولنگ کی کھلی کھلی خلاف ورزی کی جا رہی ہے ۔ میرے علم میں یہ بات بھی آئی ہے کہ کم از کم دو چیف سیکرٹریوں نے سینٹ سیکرٹریٹ کو تحریری طور پر اپنی معذرت کا اظہار کیا ہے کہ ہم آپ کے احکامات کی تعمیل کے پابند نہیں ہیں ۔ میری نگاہ میں ' جیسے میں نے عرض کیا ہے کہ یہ دستور اور قانون ' دونوں کی خلاف ورزی ہے ۔

جناب والا ! اب میں بتانا چاہتا ہوں کہ ممبروں کی شرکت کا معاملہ --- privilege law and practice ' سب سے پہلے اور سب سے نمایاں ہے ۔ جو مسئلہ ہمارے سامنے رہا ہے ' وہ اراکین کی حاضری کا ہی ہے ۔ اس سلسلے میں classic case جو ہیں ' میں ان کی طرف آپ کو refer کروں گا ۔ Ferrers case جسے 1543 کہا جاتا ہے ۔ صورت یہ تھی کہ اس سے پہلے انگلستان کی پارلیمنٹ کو یہ اختیار نہیں تھا کہ وہ خود اپنے کسی ممبر کو ' اگر وہ زیر حراست ہو ' ایوان میں لا سکے ۔ ایک واقعہ ایسا بھی ہوا تھا نہ صرف کسی ممبر کو بلکہ ایک سپیکر کو ہی گرفتار کر لیا گیا تھا ' جسے ایوان میں نہیں لایا گیا ۔ اس کے بعد یہ مسئلہ سامنے آیا اور یہ حق پارلیمنٹ نے سب سے پہلے establish کیا کہ پارلیمنٹ کو اس بات کا اختیار ہے کہ اپنے ممبر کو اگر وہ زیر حراست ہوں ' تو ایوان میں حاضری کے لئے بلا سکتی ہے ۔ جناب والا ! میں یہ عرض کروں گا کہ اس کے لئے نہ تو حکومت کی permission کی ضرورت ہے اور نہ ہی عدالت کی permission کی ضرورت ہے بلکہ عدالتوں نے اس اصول کو تسلیم کیا ہے کہ اگر پارلیمنٹ requisition کرتی ہے ' اگر پارلیمنٹ کا سپیکر مطالبہ کرتا ہے ' اگر پارلیمنٹ کا کلرک سپیکر کے حکم کے مطابق کسی رکن کو بلاتا ہے تو یہ حکم کافی ہے ۔ اس سلسلے میں ' میں آپ کی توجہ May's Parliamentary Practices کی طرف دلاؤں گا جس میں صفحہ 101 سے لے کر تقریباً 70/80 صفحے تک مختلف انداز میں بحث کی گئی ہے اور میں اس کے relevant حصے آپ کو بتانا چاہتا ہوں ۔

صفحہ 101 کے اوپر یہ بات صاف الفاظ میں کہی گئی ہے کہ

"In 1543 , the Commons for the first time themselves vindicated the Privilege of Parliament, and acted independently of any other power."

George Ferrers کا کیس تھا ۔ اس سلسلے میں پوزیشن یہ بنتی ہے ۔

سید محمد فضل آغا۔ میں معذرت کے ساتھ کہتا ہوں کہ ایک اہم موضوع پر بات ہو رہی ہے اور Treasury Benches کو آپ دیکھ لیں تو انہوں نے باقاعدہ طور پر ایک Common Room کھولا ہوا ہے۔ اور آپس میں گپ شپ لگا رہے ہے ۔ پروفیسر آئینی نکات کی طرف توجہ دلا رہے ہیں ۔ ادھر گپ شپ ہو رہی ہے ۔ اس طرح تو پروفیسر صاحب کی باتوں کا کوئی مقصد نہیں رہتا ۔ میری گزارش ہے کہ معاملات کو توجہ سے سنا جائے۔ جو بات ہو رہی ہے ۔ اس پر توجہ کی ضرورت ہے۔

جناب چیئرمین۔ خاموشی سے سنجیدگی سے ان کی بات سنیں۔ جی جناب'

پروفیسر خورشید احمد ۔ جناب والا میں اسی صفحے سے judgement quote رہا ہوں۔ جس میں کہا گیا ہے۔

"They ordered the Sergeant-at-arms to repair to the sheriffs, and to require the delivery of Ferrers, without any writ or warrant. The Lord Chancellor had offered them a writ of privilege, but they refused it, 'being of a clear opinion that all commandments and other acts proceeding from the neather House were to be done and executed by their Sergeant without writ, only by show of his mace, which was his warrant.' The sheriffs, in the meantime, had surrendered the prisoner: but the Sergeant, by order of the House, required their attendance at the bar, together with the clerks of the Compter, and White, the plaintiff; and they were all committed for their contempt".

اسکے بعد پھر مزید page 127 پر اسی بات کو اسطرح کہا جاتا ہے

"The House of Commons has the power to send for persons whose conduct has been brought before the House on a matter of privilege by an order for their attendance, without specifying in the order the object or the causes whereon their attendance is required; and in obedience to the order Members attend in their places, and other persons at the Bar.

"It has been a very ancient practice in both Houses to cause persons to be brought in custody to the Bar to answer charges of contempt."

آگے چل کر اس نے Gossett V Howard (1847) کا case quote کیا ہے

The the privileges of the House involved in the inquiry before the Court were indisputable, because, 1st, That House, which forms the Great Inquest of the nation, has a power to institute inquiries, and to order the attendance of witnesses, and in case of disobedience---- bring them in custody to the Bar for the purpose of examination.

تو جناب والا! اس معاملے میں آگے چل کر May's میں صفحہ ۱۴۵ پر کہا جاتا ہے کہ
Disobedience to the orders of either House,.....

جناب چیئرمین۔ ایک منٹ، رضا ربانی کچھ کہنا چاہ رہے ہیں۔

پروفیسر خورشید احمد۔ پہلے میری بات سن لیں پھر کچھ کہیں۔

جناب چیئرمین۔ سن لیں شاید کچھ مختصر بات ہو جائے۔

پروفیسر خورشید احمد۔ کچھ نئے ابہام ہوں، تو مجھے معلوم نہیں۔

میاں رضا ربانی۔ میں صرف اتنا عرض کر رہا تھا کہ

The privilege motion that has been read out relate to a particular statement on a particular date in a particular newspaper which is allegedly, supposedly, to have been made by the Law Minister that is what it relates to. Prof. Sahib is going reopening the question of the validity of the Rule 72 and the argument....

Mr. Chairman: We are now assuming that the problem of the Ru-le 72 has been settled.

اب تو وہ یہ کہ رہے ہیں کہ اسکے بعد implementation نہیں ہو رہی ہے۔

Mian Raza Rabbani: Then that would constitute another privilege

motion if it so becomes a privilege motion or not. But in this privilege motion the essential point is that one statement, now whether that statement was made or not made what is the factual position, I do not know, but if the Law Minister for example stands up and says that he has not made that statement...

جناب چیئرمین۔ ٹھیک ہے۔ پروفیسر صاحب ان کا یہ کہنا ہے کہ یہ issue تو settle ہو چکا ہے کہ Rule 72(a) is mandatory, Rule 72(a) is not being implemented. وہ تو ایک علیحدہ issue ہے اس پر تو ruling بھی آ چکی ہے۔ اب جو آپ issue raise کر رہے ہیں وہ یہ ہے کہ Law Minister نے ایک بیان دیا ہے which is according to you contempt of the House. اب تو statement پر آپ آرہے ہیں ---

پروفیسر خورشید احمد۔ وہ تو ٹھیک ہے لیکن میں تو اس کو پورے context کے ساتھ پیش کررہا ہوں کہ عملاً ruling پر فیصلہ نہیں ہو رہا ہے، عمل نہیں کیا جارہا ہے ۔ آج بھی قاضی صاحب یہاں موجود نہیں ہیں۔

جناب چیئرمین۔ Infact آج مجھے یہ نظر آرہا ہے کہ نہ صرف ہمارے rules کی violation ہو رہی ہے۔ یہ تو President کے orders کی بھی violation ہو رہی ہے کہ President کہتا ہے کہ He summons the members to meet at a particular place تو وہ کہتے ہیں کہ ان کو لاؤ، تو Government کہتی ہے کہ ہم نہیں لاتے۔ تو یہ نہ صرف ہمارے rules کی violation ہو رہی ہے بلکہ President's Order کی بھی ہورہی ہے۔ Under 56 he summons the members کہ جی آپ meet کریں In this place in this House and in the Government says کہ ہم نہیں لاتے ہیں۔ It is not violation of the rules of House only *prima facie* I don't know but *prima facie* it is also a violation of the President's orders.

پروفیسر خورشید احمد۔ implication وہ بھی ہے جو آپ کہہ رہے ہیں ۔ اگر وہ نہ بھی ہوتا ۔ جب بھی میں یہ کہتا ہوں کہ ایک مرتبہ جب چیئرمین نے requisition کر دیا ہے۔ تو that is law

Mr. Chairman: So, similarly, now, it is quite right. This is a requsitioned session but whereas the President summons the session

تو اس کی summoning کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ ممبرز کو لاؤ۔ summon کا لفظ ہے۔ require,
he requires the people. Summon means he requires the authorities concerned

whatever it is کہ ان کو لاؤ۔ اس ہاؤس میں اکٹھا کرو۔

پروفیسر خورشید احمد۔ ساتھ ہی میں یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ اسی ایوان میں آپ کی رولنگ کے بعد ہم نے کہا تھا کہ کل تک گورنمنٹ اپنی پوزیشن واضح کرے۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں ایک دن زیادہ چاہیئے۔ لیڈرآف دی ہاؤس نے یہ بات کہی۔وزیر صاحب نے یہ بات کہی۔اور اب وہ کہتے ہیں کہ ہم نے کوئی ایسی بات نہیں کہی۔ ہم نے کوئی response نہیں دینا ہے۔ response تو وہ زبانی دے رہے ہیں اور عملاً اس کی تردید کر رہے ہیں۔ تو پھر یہ violation نہیں ہے تو اور کیا ہے۔ اگر اس کو privileges کمیٹی کو نہیں بھیجا جائے گا تو اور کس کو بھیجا جائے گا؟

جناب چیئرمین۔ جناب لاءمنسٹر صاحب

پروفیسر این۔ڈی۔خان۔ شکریہ جناب چیئرمین، جہاں تک معزز رکن نے میرے حوالے سے اس statement کا ذکر کیا ہے۔ میں نے ایسا کوئی statemant نہیں دیا اور نہ "جسارت" کے نمائندے نے رابطہ کرکے کبھی اس سلسلے میں میری رائے معلوم کی ہے۔ ویسے بھی "جسارت" Karachi based اخبار ہے۔ میری نظر سے بھی نہیں گزرا۔ اگر یہ شمارہ میری نظر سے گزرتا اور یہ جو statement پروفیسر صاحب نے privilege motion کا حصہ بنایا ہے۔ اور base بنایا ہے تو شاید میں اس کی وضاحت بھی کر دیتا کہ یہ میرا اسٹیٹ منٹ نہیں ہے۔ I disown this statement۔

جناب چیئرمین۔ in fact کل میرا بھی ایک statement لگایا ہوا تھا۔ جب میں سعید قادر صاحب کو ملنے گیا تھا تو میں نے وہاں انٹرویو دیا ہے۔ تو میں نے تو کسی کو انٹرویو نہیں دیا۔میں سیدھا وہاں گیا ان کو مل کر گاڑی میں بیٹھ کر
I went to Lahore I did make a statement in Lahore to some Newspaper's people but I made no statement here-

تو پروفیسر صاحب He is denying یہ کہتے ہیں کہ میں نے تو کوئی بیان ہی "جسارت" کو ایسا

نہیں دیا۔

پروفیسر خورشید احمد۔ اس پر میں ایک بات پوچھنا چاہوں گا۔ کیا یہ بہتر نہیں تھا۔ کہ اس خبر کو آئے ہوئے آج ایک ہفتے سے زیادہ ہو چکا ہے۔ اور مجھے یہ نوٹس بھی دیئے ایک ہفتے سے زیادہ ہو چکا ہے۔ میں نے ۸ تاریخ کو نوٹس دیا اگر میرے نوٹس کے بعد بھی وزیر صاحب وضاحت کر دیتے۔ بیان issue کر دیتے کہ میں نے کوئی ایسا بیان نہیں دیا۔ اور میں چاہوں گا کہ وہ آج اس ایوان میں یہ بیان دیں کہ چیئرمین کی رولنگ کو حکومت نے منظور کیا ہے۔ اور ہم ---

جناب چیئرمین۔ وہ لمبی بات ہے لیکن آج کا مسئلہ تو ختم کریں نا۔ We will come to that.

پروفیسر خورشید احمد۔ اصل میں ایسے مسئلہ ختم نہیں ہوتا ہے۔ آپ ان کی کھال بچانا چاہتے ہیں۔ وہ میرے بہت معزز ساتھی ہیں اگر وہ اس بیان سے انکار کرتے ہیں تو میں اسے ضرور قبول کروں گا۔ لیکن مسئلہ حل ہونا چاہئیے

Mr. Chairman: What I am saying is

وہ مسئلہ تو اپنی جگہ ہے لیکن آج کا جو privilege motion ہے۔ based on "The Jassarat's" statement اس کے بارے میں وہ کہہ رہے ہیں کہ میں نے کوئی بیان نہیں دیا ہے۔

پروفیسر خورشید احمد۔ مجھے ان کا بیان ماننے میں کوئی عار نہیں ہے۔ وہ ہمارے معزز ساتھی ہیں۔ وہ یہ بیان دیتے ہیں تو ٹھیک ہے۔ لیکن یہ سوال ضرور رہ جاتا ہے۔ ایک ہفتہ انہوں نے کیوں انتظار کیا۔ اس کی وضاحت کیوں نہیں کی۔ اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اس رولنگ پر عمل کیوں نہیں ہوا۔

جناب چیئرمین۔ وہ تو اپنی جگہ قائم ہے۔ چونکہ

We have other important events that have intervened but that is in its own ......

پروفیسر خورشید احمد۔ میری ایک اور substantive privilege motion اس سلسلے میں بھی موجود ہے۔ تو اس لئے میں چاہوں گا کہ آپ اس کو باقی رکھیں۔ اور حکومت سے کہیں کہ اس کا جواب دے۔

جناب چیئرمین۔ وہ ہے۔

So, in the light of the Minister's statement, this is not pressed.

FURTHER DISCUSSION ON THE SITUATION IN KARACHI

اچھا جی کراچی پر کس نے بولنا تھا۔ عبدالرحیم مندوخیل صاحب، شیخ صاحب کچھ کہنا چاہتے ہیں۔ پھر ادھر سے کوئی دیکھ لیں گے۔ پھر آپ ------

جناب آفتاب احمد شیخ۔ ہاں ٹھیک ہے۔

جناب چیئرمین۔ مندوخیل صاحب

جناب عبدالرحیم خان مندوخیل۔ جناب چیئرمین صاحب میں آپ کا مشکور ہوں کہ آپ نے کراچی کے مسئلے پر جس کے بارے میں جناب پروفیسر خورشید صاحب نے موشن پیش کی ہے ۔ میری پارٹی کی طرف سے اس پر مجھے معروضات پیش کرنے کا موقع دیا۔ لاتعلق مسئلوں میں تو نہیں پڑنا چاہیئے لیکن پروفیسر صاحب نے جو تجویز پیش کی ہے ۔ پتہ نہیں ۔ وہ کراچی کے حوالے سے ہمدردی تھی یا اپوزیشن میں انتشار پیدا کرنے کی کوشش تھی۔ مجھے پتہ نہیں لگا کہ یہ کیا تھا۔ بہرصورت------

جناب چیئرمین۔جی وزیر قانون صاحب آپ کچھ کہنا چاہتے ہیں؟

پروفیسر این ڈی خان۔ میں اس سلسلے میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ جب پچھلا اجلاس ختم ہوا تھا اور وہ اس وقت insist کر رہے تھے شیخ آفتاب صاحب اور ہم اجلاس ختم ہونے کے بعد we were going together تو انہوں نے یہ کہا کہ آپ نے مجھے بولنے کے لئے oppose کیا تو میں نے ان سے کہا کہ جب Next Session ہو گا تو First I will support you and request the Chairman that he should consider this important issue and there is no intention beyond that. It should not be misunderstood. Both of you are friends to me. Thank you.

جناب عبدالرحیم خان مندوخیل۔بہت بہت شکریہ۔ جناب چیئرمین۔

جناب چیئرمین۔ اور اب ان کی تقریر ذرا خاموشی سے سنی جائے کیونکہ میں دیکھ رہا ہوں کہ لوگوں کو آپس میں باتیں کرنے کا کوئی زیادہ شوق ہے تو میرا خیال ہے ذرا ان کی بات سن لی جائے۔ شکریہ۔

جناب عبدالرحیم خان مندوخیل۔ جناب چیئرمین! ہمارے ملک میں جس طرح بنیادی طور پر ایک آزاد اور خودمختار ملک کی حیثیت سے اپنے لئے معاشی پالیسیاں' سماجی پالیسیاں بنانے کا رجحان نہیں ہے ۔ اس لئے تضادات ابھرے ہیں اور وہ قدم بہ قدم شدید ہوتے جا رہے ہیں ۔ ہم کراچی پر بحث کر رہے ہیں جناب والا۔ کراچی میں حقیقت یہ ہے کہ ایک مکمل خانہ جنگی ہے اس کو بالکل ایسے avoid کر کے کہ یہ صرف ایک انتظامی مسئلہ ہے اس سے کم ازکم ہم سمجھتے ہیں کہ کام نہیں بن سکتا۔ کراچی میں جو لوگ ایک دوسرے سے لڑ رہے ہیں وہ اب اس کے مختلف dimensions بن گئے ہیں ۔ ایک طرف سندھ میں جو لوگ رہ رہے ہیں ۔ سندھ کے جو باشندے ہیں خواہ وہ سندھی ہوں یا غیر سندھی۔ جن کے آپس میں حقوق کے حوالے سے مسائل ہیں اور ان مسائل کو حل کرنے کا طریقہ ایک جمہوری نظام ہی تھا۔ دوسری طرف اس وقت جو ایک نیا پہلو آگیا ہے وہ ہے فرقہ واریت کا۔ جناب والا ہم frankly کہیں گے کہ اس ملک میں ایسا رجحان پیدا ہوا کہ ہم ہر روز دیواروں پر پڑھتے تھے فلاں کافر اور فلاں کافر۔ ایک بات' آج بھی وزیراعظم صاحبہ کا انٹرویو ہے اور انہوں نے یہ تسلیم کیا ہے کہ وہ مدرسے خود کفیل ہیں۔ کیسے خودکفیل تھے یہ مدرسے ؟ کس نے ان کو خود کفیل بنایا ؟ ہم جانتے ہیں جناب والا اس میں سعودی حکومت اور فاشسٹ حکومت باقاعدہ ملوث ہے ۔ یعنی ہمارے ملک میں ان کے اپنے سیاسی معاشی عزائم ہیں اپنے colonial مقاصد ہیں ۔ ان مقاصد کو پورا کرنے کے لئے ہمارے ملک میں فرقہ واریت 'شیعہ سنی دوسرے فرقوں کا نقاب اوڑھ کر یہاں آئے ہیں ۔ افسوسناک پہلو یہ ہے کہ ہماری حکومت جو بھی تھی اس سے پہلے جو حکومت تھی یا مارشل لاء کے دور کی حکومت تھی یا آج کی حکومت ہے وہ سب اس کوشش میں ہوتے ہیں کہ ان حکومتوں کو ان کی تابعداری کرکے ان کے جو مقاصد ہیں جو طریقہ کار ہیں ان کی حوصلہ افزائی کریں۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج یہ جو کہہ رہے ہیں کہ انتہا پسندی آئی ہے۔ جناب والا! ہمارے ایک محترم سینیٹر صاحب نے بات اٹھائی تھی کہ رمزی یوسف کو امریکہ بھیج دیا گیا ہے۔ رمزی یوسف کو کوئٹہ بروری روڈ سے

شناختی کارڈ ملا ہے۔میں یہ بتا سکتا ہوں کہ انہوں نے اس کے بعد وزارت داخلہ سے بات کی۔ مجھے یقین ہے کہ یہ بات وزارت داخلہ کو معلوم تھی کہ وہاں ایک خارجی ملک کے ایک شخص نے شناختی کارڈ بنوایا ہوا ہے۔ کیوں بنوایا ہے' یہ ان کے استعماری مقاصد تھے۔اور ان لوگوں نے ان کو اس طرح train کیا' تشدد کی ٹریننگ دی' وہی آج ان کے گلے پڑ رہی ہے۔ اور آج کراچی میں آپ دیکھ رہے ہیں کہ یہاں کہا جاتا ہے' اور آج ہرشخص کہہ رہا ہے کہ مسلمان ایک مسجد پر گولیاں نہیں چلا سکتا۔ لیکن ہم عملاً دیکھ رہے ہیں کہ مسلمان مسجد پر گولیاں چلا رہے ہیں۔ کیوں چلا رہے ہیں؟ اس لئے کہ جنگی جنون سے ایک ایسا ماحول پیدا کیا گیا کہ ان کو مساجد نظر ہی نہیں آتی ہیں۔ ان کے لئے اپنے فرقے کے علاوہ دوسرے فرقے کا شخص جو ہے وہ غیر مسلم ہے۔ یہاں آج جناب چیئرمین! ایک ایسا جنون ہے کہ اس میں آپ خود دیکھ رہے ہیں کہ کراچی میں جب عید کا دن خیر سے گزر گیا تو بی بی سی کے الفاظ یہ تھے کہ عید خیر سے گزر گئی' یعنی ایک دن خیر سے گزر گیا۔ اب یہ ہے ماحول۔ یہاں گورنمنٹ کے نمائندے اس کو انتظامی مسئلہ اور اپوزیشن کا پیدا کردہ مسئلہ کہتے ہیں۔اس کی مختلف dimensions ہیں' آج امریکی مارے گئے ہیں' امریکہ کا مسئلہ اپنی جگہ پر ہے لیکن کیا امریکن اب اس مسئلے میں involve نہیں ہوں گے؟ اور ہم جانتے ہیں کہ امریکن اور امریکہ کے ایک منسٹر نے واضح کہہ دیا ہے کہ ہمارے ملک کا قانون یہ ہے کہ یہاں جو لوگ قاتل تھے ہمارے آدمیوں کے' ہم ان پر مقدمہ چلائیں گے۔ اس کا نتیجہ کیا ہو گا جناب والا! ملک کی sovereignty کے حوالے سے گورنمنٹ ---- (مداخلت)----- تو جناب چیئرمین! آج امریکی براہ راست کہہ رہے ہیں کہ investigation بھی ہم کریں گے اور ان پر مقدمہ بھی ہم خود چلائیں گے یعنی ہماری گورنمنٹ میں یہ جرأت تک نہیں ہے کہ ہم یہ کہیں کہ نہیں ہم ایک sovereign ملک ہیں اور باقاعدہ ان کو خوش کرنے کے لئے بلکہ میں یہ کہنا مناسب سمجھوں گا کہ ان کے اس ڈر سے کہ کہیں ہمیں کوئی حکومت سے نہ ہٹا دے' کیونکہ ہماری حکومت کا اپنے عوام پر' اپنی پارلیمنٹ پر کوئی انحصار نہیں ہوتا۔ ان کے اقتدار کا کوئی underground طریقہ ہوتا ہے کہ پتہ نہیں وہ ادارے ہمیں حکومت دیتے ہیں یا نہیں؟ اب جب امریکی یہ کہیں گے کہ آپ نے ہمارے شہریوں کے قتل کے حوالے سے مقدمہ ہمیں نہیں چلانے دیا' investigation ہمیں نہیں کرنے دی تو نتیجہ یہ ہو گا کہ پیپلز پارٹی کی حکومت ختم ہو جائے گی۔ اس ڈر کی وجہ سے ہم امریکنوں کے خادم ہیں۔

جناب والا! ہم سمجھتے ہیں کہ سندھ میں مسائل ہیں، کراچی میں مسائل ہیں۔ ان کے حقوق کے مسائل ہیں۔ سندھ کے صوبائی فریم ورک میں ان کو حل کیا جا سکتا ہے لیکن اس کے لئے آج کے حالات میں سیاسی پارٹیوں کو باقاعدہ طور پر اس میں حصہ لینا ہو گا کیونکہ گورنمنٹ اس کو initiate کر سکتی ہے۔ اسے initiate کرنا چاہیئے لیکن جناب والا! یہاں ہمارے پروفیسر صاحب نے جو نکات سامنے رکھے ہیں ان میں مزید ایک نکتہ یہ تجویز کروں گا کہ وہاں جو بھی فارمولا بنے لیکن اس فارمولے میں حلقہ بندی نئی اور صحیح بنیادوں پر ہونی چاہیئے۔ سندھ میں ہمارے لوگ (پشتون) پچیس فیصد کراچی میں رہتے ہیں۔ یہ محنت مشقت کرنے والے لوگ ہیں اور جناب والا اس میں ہمارا کوئی قصور نہیں تھا کہ تمام مرکز، بنک، انڈسٹری سب کچھ کراچی کے لوگ لے گئے۔ اور ہمارے لوگ وہاں محنت مشقت کرتے ہیں۔ اب مسئلہ یہ ہے کہ وہاں نمائندگی کا حق مکمل طور پر ختم کیا گیا ہے۔ اس طرح حلقہ بندی کی جاتی ہے کہ جو بھی ہماری آبادی ہے، جتنی بھی ہماری آبادی ہے اس کا کوئی حساب ہی نہیں ہوتا۔ اس طرح ہم سمجھتے ہیں کہ سندھ میں جو بھی مسائل ہیں وہ سیاسی ہیں، اور وہ سیاسی انداز میں ہی حل ہوں گے۔ جس کے بارے میں ابھی جو صنعتی سائیڈ پر، سماجی سائیڈ پر جو حالات بن رہے ہیں۔ وہ اتنے خطرناک جا رہے ہیں کہ اس کا کوئی اور علاج نہیں ہے کہ یا تو گورنمنٹ بیٹھ جائے اور تمام پارٹیوں کو مدعو کرے۔ اس میں ایک مشترکہ چند نکات کا ایجنڈا تمام ملک کا بن جائے کہ جو مسائل ہیں ہم مل کر متفق ہو کر وہ حل کریں۔ اور اگر آپ امن امان کی باتیں کریں اور لڑائی بھی جاری رہے، تو اس کا نتیجہ کیا ہو گا اس کا ہم سوچ بھی نہیں سکتے۔ یہاں پر ہمارے معزز دوست اعوان صاحب نے اس دن فرمایا تھا کہ افغانستان سے لوگ آئے۔ کون لایا؟ کیوں لایا وہ ہمیں معلوم ہے کہ استعماری مقاصد سے افغانستان میں مداخلت ہوئی اور ٹھیک ہے لوگ آئے۔ لوگ کہتے تھے کہ یہ جو یہاں آئے ہیں اور مہاجر ہیں ٹھیک ہے۔ لیکن اس کیس میں، کراچی کے کیس میں، کسی افغان کا کیا رول ہے؟ اس جنگ میں تمام کراچی کے کیس میں سینکڑوں لوگ مارے گئے ہیں تشدد ہو رہا ہے۔ کوئی اس میں ملوث نہیں ہے۔ لیکن اس کے باوجود سوال سادہ ہے کہ سیاسی مسئلہ ہے۔ سیاسی مسئلہ آپ حل نہیں کر رہے جب آپ مسئلہ سیاسی حل نہیں کریں گے نتیجہ کیا ہو گا۔ تشدد ہو گا، لڑائی ہو گی، اور لڑائی میں آخر وہ ہی کامیاب ہوتا ہے کہ جس کے پاس اتنی طاقت ہو، جس کے پاس strategy ہو، جس کے پاس tactis ہوں کہ وہ مخالف کو مار دیں۔

دوسری سائیڈ پر منظور گچکی صاحب نے یہاں فرمایا ۔ یہاں ہمارے بلور صاحب بات کر رہے تھے کہ ایم کیو ایم کے ساتھ مذاکرات کریں ' بات کریں ۔ ایک معقول بات تھی کہ تمام سیاسی پارٹیوں اور قوتوں سے باتیں کریں' قوتوں سے میری مراد انڈر گراؤنڈ قوتیں نہیں ہے ۔ ہم بھی سیاسی سماجی قوتیں ہیں وہ جو مسئلے کو حل کرنے کے لئے موثر ہوسکتی ہیں۔ لیکن انہوں نے بالخصوص اشارہ دیا' کنایہ میں بات کی کہ پشتون لوگ ایم کیو ایم کو پیپلز پارٹی سے نبھانے کے لئے نہیں چھوڑ رہے ہیں۔ میں اتنا کہتا ہوں کہ ایم کیو ایم نے پیپلز پارٹی کے ساتھ بھی اتحاد بنایا تھا۔ ایم کیو ایم نے مسلم لیگ کے ساتھ بھی اتحاد بنایا تھا۔ لیکن بعد میں ایم کیو ایم اور پیپلز پارٹی نیز ایم کیو ایم اورمسلم لیگ میں اختلافات ہوئے۔ مسئلہ کیا تھا۔ مسئلہ ان کا اور ان کی سیاسی پارٹیوں کا تھا۔ کسی پشتون کا بحثیت قوم کے اس میں کوئی intrest نہیں ہے کہ کراچی میں لوگ ایک دوسرے سے لڑیں۔ سندھیوں کے بحثیت قوم کے ان کی زمین کوئی اور اس کو ہتھیا لے۔ یا وہاں رہنے والے مہاجر جو بھی ہیں۔ نئے سندھی۔ میں کہوں گا وہ حقوق سے محروم رہیں۔ کسی ایسی بات میں کسی پشتون کی کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ دلچسپی پشتونوں کی اس میں ہے کہ اس ملک میں جمہوریت ہو' قومی حقوق ہوں' جمہوری حقوق ہوں' آمریت کے طریقے ---- یہاں کہتے ہیں کہ آمریت ' جنرل ضیاء الحق نے آمریت کی ' فلاں نے کیا ' ہم کہتے ہیں کہ آپ کیا کر رہے ہیں ' آج یہی بات ہو رہی ہے ' سپیکر اور چیئرمین کی رولنگ کو کوئی نہیں مان رہا ہے اور وہ کہتے ہیں کہ ہم اس پر عمل نہیں کریں گے ' جب آپ پارلیمنٹ کو نہیں مانتے ' پارلیمنٹ کے اداروں کو نہیں مانتے تو پروفیسر صاحب کے قومی جرگے کی تجویز کی کیا اہمیت ہو گی ؟ آپ نے تمام صوبوں کو instable کیا ہے ' صوبوں میں horse trading کر رہے ہیں۔ کس طرح آپ اس قابل ہوسکیں گے کہ مسئلے کو حل کر سکیں ؟ مسئلہ صرف ایک صورت میں حل ہو سکتا ہے کہ آپ بالکل فراخدلی سے ' جمہوری اصولوں کی بنیاد کے مطابق بیٹھ کر مسئلہ کو حل کریں اور کم سے کم پوائنٹس کا ایک ایجنڈ بنا کر اس پر تمام ملکی پارٹیاں ' خواہ وہ سیاسی پارٹیاں ہیں ' خواہ وہ پارٹیاں ہیں جو وہاں involve ہیں ' جس شکل میں بھی involve ہیں وہ سب بیٹھ کر ایک مشترکہ ایجنڈا بنا کر اس مسئلے کو حل کریں ۔ اگر آپ کا پروگرام یہ ہے کہ آپ قوت کو استعمال کر کے ' ایک دوسرے کو مار کرلڑیں گے تو اس لڑائی کا انجام ہر ایک کو معلوم ہے کہ اس کا انجام بڑا خطرناک ہے ۔ جناب چیئرمین ' میں آپ کا مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے موقع دیا لیکن

ایک چیز اور میں تکرار سے کہوں گا کہ حلقہ بندی ایسی ہو کہ سب کی نمائندگی ہو ۔ جناب والا ابھی ایک لفظ آیا ہے فرقہ واریت ، لسانیات ، فلاناں ، اصل بات یہ ہے کہ جب آپ کسی کو حقوق سے محروم کریں گے ، آپ کسی کو پیٹیں گے تو اس کا ردعمل ہو گا ، اور اس ردعمل کا کیا نتیجہ ہوتا ہے ؟ وہ یہ ہے جو اب ہو رہا ہے ۔ جناب والا میں آپ کا مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے وقت دیا۔

جناب چیئرمین۔شکریہ۔ڈاکٹر صفدر علی عباسی صاحب۔

ڈاکٹر صفدر علی عباسی ۔ جناب والا پچھلے ایک سال کے دوران ، تقریباً جب سے ہم سینٹ میں آئے ہیں یا جب سے ، کم از کم میں ممبر منتخب ہوا ، یہ کوئی تیسری یا چوتھی debate ہے جو کراچی situation پر ہو رہی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ کراچی کے جو حالات ہیں ان کی اہمیت کے حوالے سے اس کی importance سے بالکل انکار نہیں کیا جاسکتا اور اس حوالے سے جتنی بھی یہاں بات چیت ہوئی ہے ، ہاؤس کے دونوں اطراف سے میرے دوستوں نے اپنے اپنے point of view کو ہاؤس اور ملک کے سامنے رکھا ہے ۔ جناب عالی کراچی کی situation جو اس وقت ہے یہ مختلف ادوار میں ، مختلف طریقوں سے evolve ہوتی رہی ہے ، اس کی جو manifestations ہیں وہ مختلف رہی ہیں ، کبھی یہ ایک عوامی ابھار کے صورت میں سامنے آئی ، کبھی یہ kidnappings کی صورت میں سامنے آئی ، کبھی bomb blast کی صورت میں سامنے آئی اور کبھی یہ کسی چلتی ہوئی کار یا کسی موٹر سائیکل سے گولیوں کی بوچھاڑ کی صورت میں سامنے آئی ۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت جو کراچی میں صورتحال ہے اس میں یہ ہورہا ہے کہ کار آتی ہے اس میں تین یا چار دہشت گر سوار ہوتے ہیں اور وہ دس یا بارہ افراد کو یک مشت قتل کر کے چلی جاتی ہے ۔ یا یہ ہوتا ہے کہ ایک مسجد کے سامنے بم رکھا جاتا ہے اور اس ٹائم بم کو explode کر کے دس یا بارہ افراد کو قتل کر دیا جاتا ہے ۔ اس وقت تقریباً صورت حال وہاں پر یہ ہے کہ ایک ایسا واقعہ ہوتا ہے جوکہ تمام صورتحال کو اس طرح گھمبیر بنا دیتا ہے کہ اس پر توجہ مرکوز ہو سکے ۔ بنیادی بات یہ ہے کہ جو لوگ بھی ، جو دہشت گرد بھی یہ کارروائیاں کر رہے ہیں سب یہ دکھانے کے کوشش کر رہے ہیں کہ وہ اس سسٹم کو یا اس حکومت کو destablize کر سکتے ہیں ۔ تو جناب والا! میں اس وقت یہ ضرور کہنا چاہوں گا کہ کراچی کے اندر کوئی عوامی

ابھار نہیں ہے ، sectarian violence as such کوئی ethnic violence as such نہیں ہے ، کوئی نہیں ہے ، گو کہ کوشش ضرور کی جا رہی ہے، مختلف حلقوں سے اور مختلف طریقوں سے ، یہ کوشش کی جا رہی ہے کہ وہاں پر اسلحہ کے زور پر violence ہو وہاں پر sectarian violence وہاں پر عوامی اُبھار اُٹھے جو موجودہ سسٹم کو یا موجودہ گورنمنٹ کو destabilize کر سکے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ کراچی کے عوام، اس کے باوجود کہ وہ بہت زیادہ دباؤ میں ہیں، ان پر واقعی ایک خراب صورت حال مسلط ہے ۔ لیکن اس کے باوجود بھی ہم نے یہ دیکھا ہے کہ اگر شیعہ مسجد کے آگے کوئی بم پھٹتا ہے ،اورکوئی شیعہ مر جاتا ہے تو سُنی لوگ اس کی امداد کو آتے ہیں اور یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ اگر کوئی اردو بولنے والا وہاں پر قتل ہوتا ہے تو اس کی امداد کے لئے اسی علاقے کے لوگ، انہی کے دوست، چاہے وہ پٹھان ہوں ، بلوچ ہوں یا وہ مہاجر ہوں وہ ان کی مدد کے لئے پہنچتے ہیں ۔ میں یہ بات ضرور clear کروں گا کہ ابھی تک وہاں پر کوئی اس قسم کا عوامی ابھار نہیں ہے ، ہاں وہشت گردی کی وارداتیں ہیں جو کہ یقیناً عوام کے اندر ایک ایسا ابھار پیدا کرتی ہیں جو ان کے جذبات کو مشتعل کرسکے ۔

جناب والا ، میں مزید یہ ضرور عرض کروں گا کہ اس وقت جو صورت حال وہاں پر پیدا ہوئی ہے اس کی کچھ بنیادی وجوہات ضرور ہیں میری نظر میں کراچی میں جو بنیادی بات ہے ، میں ان وجوہات میں نہیں جانا چاہتا کہ جو افغان war کے نتیجے میں پیدا ہوئیں 79 ، کے بعد کیا actions ہوئے جن کی بنیاد پر پاکستان کے اندر جہاں پر کم از کم 77 سے پہلے کلاشنکوف کا کوئی تصور نہیں تھا ۔ وہاں کلاشنکوف کی بھر مار ہوگئی اور mortar کا کوئی تصور نہیں تھا لیکن یہ عام ہوگئے اور نہ کسی missiles کا تصور تھا لیکن یہ عام ہو گئے ۔ لیکن جو بنیادی بات کراچی کے اندر ہوئی ہے وہ میں سمجھتا ہوں کہ مختلف جو فرقہ وارانہ جماعتیں ہیں اُن کے اندر terrorism جو ان کی سیاست تھی ۔ دہشت گردی اور سیاست کے درمیان جو ایک واضح حدود ہونی چاہیے ۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ ختم ہو کر رہ گئی ۔

the line between politics and terrorism has increasingly thinne down over the years.

میں سمجھتا ہوں کہ بہت سی ایسی جماعتیں ہیں اور بہت سے ایسے ادارے وہاں پر ہیں ۔ جو کہ سیاست اور دہشت گردی کے درمیان تفریق نہیں کرتے ۔ وہ اپنی سیاست کو بچانے کے لئے terrorism کا استعمال کرتے ہیں اور اپنی terrorism کو cover دینے کے لئے سیاست کا

استعمال کیا جاتا ہے ۔ دہشت گردی کے حوالے سے میں نہیں سمجھتا کہ پاکستان پیپلزپارٹی کی کوئی بات ہے ۔ جس بھی حکومت میں چاہے ' army action ہوا اتنا بڑا کہ 28 مہینے army action رہا اس دوران بھی اگر کسی بھی ادارے نے دہشت گردی کے حوالے سے کوئی action لینے کی کوشش کی تو یہ شور مچایا گیا کہ political victimization ہے ۔ میں سمجھتا ہوں کے جب تک terrorism اور politics کے درمیان تفریق نہیں ہو گی کراچی کا مسئلہ شاید اپنی جگہ پر برقرار رہے ۔ اس تفریق کا ہونا میرے خیال میں لازمی ہے اور میں سمجھتا ہوں جتنی بھی پارٹیاں کراچی میں active ہیں اُن کے لئے بہت ضروری ہے کہ وہ اپنے اندر سے جتنے بھی دہشت گرد ہیں اُن کو نکالیں یہ deliberate action ہونا چاہیئے ۔ ایسا نہیں کہ وہ کہیں کہ ہم کچھ نہیں کر سکتے ایسا ایکشن ضرور ہونا چاہیئے جس کے نتیجے میں دہشت گردی اور سیاست کے درمیان ایک لائن draw ہونی چاہئیے ۔ دوسری وجہ جناب والا! کراچی ایک بہت بڑا شہر ہے اس کے اپنے big city problems ہیں معاشرتی اور economic problems ہیں جب وہاں پر ٹرانسپورٹ نہیں چلتی تو وہاں پر strike ہو جاتی ہے ۔ وہاں تو یہاں تک ہوا کہ ایک ویگن کے ایک حادثے میں پورے کا پورا شہر violence میں engulf ہو گیا ۔ وہ بشریٰ زیدی کا قصہ آپ کو یاد ہو گا کہ ایک لڑکی کی ایک منی بس کے نیچے آکر موت واقع ہوئی تو اس کے نتیجے میں کراچی کے اندر کم از کم ایک دن کے اندر 250 اموات واقع ہوئی ہیں۔ علی گڑھ کالونی، قصبہ کالونی کے واقعات ہوئے، سہراب گوٹھ کے واقعات ہوئے ۔ جہاں پر ایک دن کے کراچی میں دو' دو سو اور تین' تین سو اموات ہوئی ہیں لیکن ان سارے واقعات کی جو بنیاد ہے وہ وہاں پر جو problems ہیں وہ city کے ہیں وہ اپنی جگہ اس سارے process کو accentuate کرتے ہیں اس میں جو دباؤ ہے وہ بڑھاتے ہیں' education کے problems ہیں' پانی کا مسئلہ ہے۔ سیوریج کا problem ہے۔ ٹرانسپورٹ کا problem ہے۔ یہ سارے problems صرف کراچی میں نہیں بلکہ تمام بڑے شہروں میں یہ problems ہیں۔ جنہوں نے اس situation کو اور accentuate کیا۔ ساتھ ساتھ اب یہ بات طے ہے کہ foreign infilteration ہوئی ۔ اس میں ہمارے پڑوسی ملک ملوث ہیں۔

اس حوالے سے ' میں اپنے دوست حضرات اور جو میرے بزرگ ہیں ان کو بھی یاد دلاتا چلوں کہ تکبیر ایک رسالہ تھا جو جناب صلاح الدین مرحوم نکالتے رہے ہیں اور اب بھی چل رہا ہے ۔ اس میں جون 1992ء کے آپریشن سے پہلے مسلسل چھ ماہ تک مختلف

articles کے حوالے سے انہوں نے کہا کہ R.A.W نے کس طرح infilterate کیا ہے ؟ انہوں نے نہیں کیا - میں یہاں پر شاید نہ بھی کہنا چاہوں لیکن انہوں نے ایم - کیو - ایم کو point out کیا کہ ان کے اندر فلاں فلاں لوگ فلاں جگہ سے تربیت لے کر آئے ہیں اور ان کی وجہ سے یہ سارے ہنگامے ہوئے ہیں - جس کے نتیجے میں 28 ماہ کا ایک فوجی آپریشن بھی ہوا - اس کے علاوہ پہلی دفعہ کسی بھی حکومت نے جرات مندانہ انداز میں ethnic اور sectarian مسئلے کو ختم کرنے کی کوشش کی ہے - میں سمجھتا ہوں کہ ہم سیاسی طور پر خواہ کسی طرف بھی بیٹھے ہوں ، کم ازکم کراچی کے حوالے سے حکومت نے ایکشن لیا ہے اس کو کنٹرول کرنے کے لئے - ایک کوشش ضرور کی ہے - اس میں civilian and armed forces وہ involved ہیں - میں سمجھتا ہوں کہ یہ اس حکومت کا ایک جرات مندانہ کام ہے کہ جس نے فوج کی واپسی کرائی - فوج کو withdraw کیا اور اب civil armed institutions کے ذریعے صورت حال پر کنٹرول کرنے کی کوشش کی ہے - میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے جتنے بھی ساتھی حضرات ہیں جو سیاسی طور پر خواہ کسی بھی طرف ہوں - میں ان کے سامنے یہ ضرور کہوں گا کہ اس اقدام کو اگر کامیابی حاصل ہوتی ہے تو ہمارے ملک کے استحکام کے لئے آگے چل کر اسکے بہت اچھے اثرات ہوں گے - جناب عالی - اس کے بعد غیر ملکی تارکین وطن کا مسئلہ ہے - وہاں پر لوگ کہتے ہیں کہ ۱۰ لاکھ ، ۲۰ لاکھ غیر ملکی تارکین وطن موجود ہیں - بات یہ ہے کہ اب ان کو کس طرح نکالا جائے ؟

یہ ایک دوسری بنیادی بات ہے میں سمجھتا ہوں کہ ہماری وزارت داخلہ کو اس پر ضرور غور کرنا چاہیئے - یہ وہاں پر ایک بہت بڑا سوال ہے - اس شہر میں ان گنت لوگ ہیں - جس شہر میں لوگ گنے ہی نہ جا سکیں کہ کتنی آبادی ہے ؟ اگر آبادی ہے تو اس میں پاکستانی کتنے ہیں ؟ تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک بڑا فیکٹر ظہور پذیر ہوا ہے - اس کو ضرور دیکھنا چاہیئے -

[The House was adjourned for prayers]

[The House re-assembled after interval with (Mr Wasim Sajjad) in the Chair]

جناب چیئرمین ، جی جناب ڈاکٹر صفدر عباسی صاحب -

ڈاکٹر صفدر علی عباسی : جناب عالی، میں مغرب کی آذان سے پہلے کوشش کر رہا تھا کہ ان محرکات پر تھوڑی روشنی ڈالوں - جناب، اپنے نقطہ نظر کو آگے بڑھاتے ہوئے ایک دو باتیں جو رہ گئیں ہیں، میں آپ کے سامنے رکھوں گا - کل ہماری بہن بیگم نسرین جلیل صاحبہ نے PPP کے حوالے سے ایک بات کی ہے جس کی میں ریکارڈ کی درستگی کی غرض سے تردید کرنا چاہوں گا - انہوں نے یہ کہا کہ PPP فیڈرل لیول پر تو نیشنل پارٹی کا رخ اختیار کر لیتی ہے لیکن سندھ کے اندر وہ ایک سندھی نیشنلسٹ پارٹی بن جاتی ہے - تو جناب عالی، اگر PPP کسی بھی طور پر سندھی نیشنلسٹ جماعت ہے - تو میں سمجھتا ہوں کہ پھر تو شاید کوئی فیڈرل پارٹی پاکستان میں رہ نہیں جاتی- میں سمجھتاہوں کہ پاکستان کے اندر مختلف صوبوں کے درمیان اگر کوئی chain ہے اگر کوئی کڑی ہے-تو وہ پاکستان پیپلزپارٹی فراہم کرتی ہے -آپ آج کی ہماری سینٹ کی بنچوں پر بیٹھ کے دیکھیں آپ کو سندھی بھی ملیں گے -آپ کو اردو سپیکنگ بھی ملیں گے -پنجاب سے تعلق رکھنے والے میرے بھائی بھی ہوں گے-پختون بھی ہوں گے- بلوچ بھی ہوں گے - میں سمجھتا ہوں کہ پاکستان پیپلز پارٹی تو اس حد تک گئی ہے -گو کہ کراچی اس سے یا urban area سے یا ان area سے جن میں اردو سپیکنگ لوگ رہتے ہوں- وہاں سے اس کو کوئی representation نہیں ہے -لیکن ہم پھر بھی دعوی سے کہتے کہ اس کے باوجود اس وقت بھی سینٹ میں کم از کم دو یا تین میرے بھائی ایسے ہیں جو کہ اردو سپیکنگ ہیں لیکن سندھی ووٹوں سے منتخب ہو کر آئے ہیں-تو اگر آج ہم Sindh Cabinet کا جائزہ لیں تو ان علاقوں میں جہاں پر ہمیں ووٹ نہیں ملتے ان علاقوں سے کم از کم میں سمجھتا ہوں پانچ یا چھ اس وقت بھی advisor ہیں سندھ گورنمنٹ کے اندر اور میں قطعی طور یہ بات سمجھتا ہوں جو ریکارڈ پر ہونی چاہیئے کہ پاکستان پیپلز پارٹی نے شروع دن سے جب سے شہید ذوالفقار علی بھٹو نے یہ پارٹی بنائی اس کے اپنے کردار کے حوالے سے دیکھیں کہ انہو ں نے ایک فیڈرل پارٹی بنائی - ان کی اپنی رشتہ داریاں- کون ایسا شخص ہے جو ان کو سندھی نیشنلسٹ قرار دے سکے -اس کی اپنی دو بہنیں اردو سپیکنگ لوگوں کے گھر بہیائی گئیں -تو جناب عالی! میں یہ بالکل سمجھتا ہوں کہ میری بہن کا جلیل صاحب سے لاڑکانہ کے حوالے سے بھی بڑا تعلق ہے -

میں یہ سمجھتا ہوں کہ انہوں نے قطعاً نامناسب بات کی کہ اپنی کسی اور چیز کو گو کہ وہ emotional بھی تھیں- تو کسی اور چیز کی بھڑاس نکالنے کے لئے - پیپلز پارٹی پر الزامات

لگائے ۔ پیپلز پارٹی سے غلطیاں بھی ہو سکتی ہیں۔ کوتاہیاں بھی ہو سکتی ہیں۔ political جماعت ہے۔ اس میں کوئی ایسی بات بھی ہو سکتی ہے۔ جو کہ آپ کو پسند نہ آئے ۔لیکن پیپلز پارٹی کے خلاف اگر سب سے کوئی خراب الزام میں سمجھتا ہوں جو لگایا جا سکتا ہے۔ تو وہ اس کو سندھی نیشنلسٹ جماعت کا رنگ دینے کا ہے ۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک فیڈرل جماعت ہے ۔ اور اس نے ہمیشہ پاکستان کے اندر فیڈرل حوالے سے سیاست کی ہے ۔ ہم یقین رکھتے ہیں کہ پاکستان پیپلز پارٹی کی جو موجودہ قیادت ہے ۔ وہ آئندہ بھی فیڈرل حوالے سے اپنی سیاست کو جاری رکھے گی ۔ جناب چیئرمین ! یہاں ایک دو اور بھی باتیں ہوئی ہیں ۔میں اس بات پر ضرور روشنی ڈالنا چاہوں گا ۔ کہ سب دوستوں کا جتنے بھی لوگ یہاں میرے بزرگ دوست بیٹھے ہیں ۔ مندوخیل صاحب ہیں اور بھی بہت سے ساتھی خصوصاً اپوزیشن سے انہوں نے اس بات پہ زور دیا ہے کہ یہ ایک سیاسی مسئلہ ہے ۔میں اس میں اور وہ جو اس سے اگلی بات کرتے ہیں کہ ایم کیو ایم ایک سیاسی قوت ہے ۔یہ ایک سیاسی مسئلہ ہے ۔آپ بیٹھ کے اس کو حل کریں۔پی پی ایم کیو ایم بیٹھ کر اس مسئلے کو حل کریں۔

جناب عالی! میں بالکل اس بات کو تسلیم کرتا ہوں کہ ایم کیو ایم ایک سیاسی قوت ہے ۔ ایم کیو ایم کراچی کے اندر اثر رکھتی ہے ۔ایم کیو ایم کی کراچی کے اندر جڑیں ہیں۔لیکن میرے دوستوں کو میں اس لئے چاہوں گا کہ ایم کیو ایم کے سربراہ الطاف حسین صاحب اور میرے دوسرے دوست جو خصوصاً یہاں پر بیٹھے ہیں آفتاب شیخ صاحب ہیں ۔ اشتیاق صاحب ہیں ہمارے بزرگ ہیں ان کو یہ ضرور سوچنا چاہئیے کہ آج ایم کیو ایم جس دوراہے پر کھڑی ہے ۔یہاں پہنچنے میں اس کے کیا reasons تھے ؟اس کی وجوہات کیا تھیں؟ کیا ان سے غلطیاں ہوئیں ؟ کیا انہوں نے politics کے اندر ایسی غلطیاں کیں ؟ political حوالے سے ایسے اقدامات کئے جس کی وجہ سے وہ۔ آج اپنے آپ کو خود میں یہ نہیں کہوں گا کہ میں کہہ رہا ہوں ۔بلکہ وہ خود یہ سمجھتے ہیں کہ وہ ایک ایسے دوراہے پر کھڑے ہیں ۔ جہاں آج ان کو decision لینا ہے ۔میں آگے تھوڑا بڑھ کے یہ کہوں گا کہ جناب! الطاف حسین کے لئے آج decision لینے کا وقت ہے ۔ان کو decision یہ لینا ہے کہ انہوں نے ایک terrorist group کے آگے ہتھیار ڈال کے ۔ ان کی بات سن کے ان کے ہاتھوں black mail ہونا ہے یا ان لوگوں کی بات سننی ہے جو ایم کیو ایم کے اندر میں یہ نہیں کہوں گا کہ ایم کیو ایم کے اندر ہر شخص دہشت گرد ہے ۔ایم کیو ایم کے

اندر وہ طاقتیں موجود ہیں جو کہ جمہوری سیاست کر رہی ہیں۔ جمہوریت کے حوالے سے وہ دوست بیٹھے ہیں، تو آج الطاف حسین صاحب کو، یہاں پہ بہت زور دیا گیا۔ مسئلے کے سیاسی حل کے لئے تو میں پھر یہ کہوں گا کہ الطاف حسین کو decision لینا ہے کہ انہوں نے ان لوگوں کے ہاتھوں میں کھلینا ہے جو ان کو black mail کر رہے ہیں یا انہوں نے ایک clean political جمہوری سیاست اس ملک کے اندر کرنی ہے یہ decision ان کو لینا ہے۔ اگر وہ کہتے ہیں جیسا کہ میں سنتا ہوں، کئی جگہوں سے بات کی جاتی ہے کہ جناب ان کی تو جان کو خطرہ ہے۔ میں جناب، بصد احترام عرض کروں گا کہ اگر آپ کی جان کو خطرہ ہے، اور آپ جان کے خطرے کے حوالے سے اپنی سیاست کو کسی ڈگر پر لے کے جا رہے ہیں تو پھر آپ ایک سیاسی لیڈر نہیں ہیں۔ لیڈر وہ ہوتے ہیں جو lead کرتے ہیں۔ وہ نہیں ہوتے جو کسی کے پیچھے چلتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ آج یہ ان کے لئے موقع ہے۔ وہ اس terrorist group جس کے ہاتھوں وہ بلیک میل ہوتے رہے ہیں۔ اس بلیک میلنگ سے نکل کر باہر آئیں اور ایک جمہوری پرامن سیاست کی بنیاد رکھیں۔ ایم کیو ایم کا یہ سب سے بڑا المیہ ہے جیسے کہ میں نے پہلے نشاندہی کی کہ وہ politics اور terrorism یعنی دہشت گردی اور جمہوریت کے درمیان تفریق نہیں کر سکے، ہو سکتا ہے آفتاب صاحب میری اس بات کو رد کریں۔ لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ وہ خود ان دہشت گرد طاقتوں کا شکار رہے ہیں لیکن انہوں نے تو اپنے پیٹ میں چالیس کلاشنکوف کی گولیاں کھانے کے باوجود بھی کلاشنکوف نہیں اٹھائی۔ بنیادی بات، میں سمجھتا ہوں، یہ کرنی ہے کہ الطاف صاحب کو کن کے پیچھے چلنا ہے۔ یہ آج ان کو تاریخ کے دوراہے پر--- جس میں ایک میں سمجھتا ہوں کہ کراچی کے حالات بھی ہیں، ان کو یہ decision لینا ہے کہ انہوں نے کس قسم کی سیاست کرنی ہے۔ ایک دفعہ وہ decide کرلیں گے کہ جی میں نے یہ سیاست کرنی ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ ان کے لئے معاملہ آسان ہو جائے گا اور کراچی مین رہنے والے وہ لوگ جو صدیوں سے وہاں رہ رہے ہیں، کئی سالوں سے وہاں رہ رہے ہیں۔ وہ sindhi speaking، وہ بلوچی، وہ پٹھان، وہ پنجابی جن کی نسلیں کراچی کے اندر ہیں، ان کے لئے بھی یہ راستہ صاف کرنے میں مدد ملے گی۔

باقی بہت سے دوست یہاں پر تقریباً سارا الزام ہی اس پر آ کر ختم کرتے ہیں کہ جی بس پیپلزپارٹی مستعفی ہو جائے سب حالات ٹھیک ہو جائیں گے۔ جناب پاکستان پیپلزپارٹی کا اقتدار-- ۱۹۸۲ء کے بعد جب سے میں سمجھتا ہوں کہ کراچی کے حالات زیادہ خراب ہوئے ہیں۔ حالانکہ پہلے

بھی کراچی کے اندر واقعات ہوتے رہے ہیں۔ ۱۹۶۴ء میں بھی خراب ہوئے۔ آج نیشنل اسمبلی کے اندر جو ڈپٹی اپوزیشن لیڈر ہیں پاکستان مسلم لیگ کے، انہوں نے جو کردار کراچی کے اندر ادا کیا وہ سب کے سامنے ہے۔ تو حالات کراچی کے off and on خراب ہوتے رہے ہیں۔ لیکن ۱۹۸۲ کے بعد سے حالات زیادہ خراب ہوئے پیپلزپارٹی کا اقتدار صرف ۲۰ مہینے پہلے اور ۱۸ مہینے آج ہے۔ جناب اس دوران نواز شریف، الطاف حسین، جام صاحب کا وہ دور بھی تھا جس میں شاید دودھ کی نہریں بہہ رہی تھیں یا پھر شہد ٹپک رہا تھا۔ اس دوران بھی کراچی کے حالات خراب رہے۔ اس دوران بھی بھتے لیے جاتے تھے۔ اس دوران بھی kidnapping ہوتی تھی، اس دوران بھی قتل ہوتے تھے۔ اپنے political opponents کو eliminate کرنے کے لیے ہر طرح کے ناجائز ہتھکنڈے استعمال کئے جاتے تھے۔ پروفیسر خورشید صاحب نے بہت باتیں کیں، انہوں نے بہت اچھی اچھی باتیں بھی کیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ان کی greatness بھی اس میں ہے کہ وہ اپنی بہت سی باتوں میں معاف بھی کر گئے ورنہ وہ جا کے پوچھیں اسلامی جمعیت طلباء کے اپنے ان طلباء سے جن کی ہڈیوں میں ڈرل مشینوں سے سوراخ کئے گئے۔ میں سمجھتا ہوں کہ آج جبکہ آپ ہر الزام پیپلزپارٹی پر دھر رہے ہیں تو یہ ضرور سوچنا چاہئے کہ اس دوران کیا کیا اور کس قسم کے واقعات ہوئے اور پھر میں سب سے آخر میں بڑی بات یہ کہوں گا کہ کیوں اتنا بڑا فوجی اپریشن کرنا پڑا؟ یہ ایسے سوالات ہیں جو آج ایم کیو ایم کے سامنے ہیں۔ میں پھر اس حقیقت کو تسلیم کرتا ہوں کہ ایم کیو ایم ایک سیاسی قوت ہے، لیکن اگر وہ سمجھتے ہیں کہ کراچی کے حالات ٹھیک کرنا ان کے ہاتھ میں ہے تو ان کو ایک سیاسی رول ادا کرنا ہو گا۔ اس کے علاوہ اگر وہ کوئی اور رول ادا کرنا چاہیں گے تو میں سمجھتا ہوں کہ اب حالات بگڑ گئے ہیں اب شاید وقت ان کے لیے وہ نہیں رہا۔ جناب چیئرمین، میرا خیال ہے کہ ٹائم کافی گزر گیا ہے، باتیں تو شاید اور بھی کی جا سکتی تھیں لیکن آخر میں یہی کہوں گا کہ پاکستان اس وقت ایک دوراہے پہ ہے۔ کراچی کے لوگ جو وہاں پر رہتے ہیں شاید میرا آدھا خاندان وہاں پہ رہتا ہے۔ مجھے بھی شدید دھڑکا لگا رہتا ہے کہ کل کو وہاں کیا ہو؟ لیکن ہم یقیناً اس دوراہے پر ہیں میری یہاں پہ بیٹھے ہوئے سینئر حضرات جو میرے بزرگ ہیں، میرے دوست ہیں، سے بھی اپیل ہے اور پاکستان کی عوام سے بھی میری اپیل ہے کہ اگر آج ہم panic ہو جاتے ہیں، اگر ہم میں panic آ جاتا ہے اور ہم ایک ہڑبونگ کی فضا پیدا کر دیتے ہیں تو وہ کسی کے لیے بھی اچھا

نہیں ہے۔ panic ایک زہر قاتل ہو گا اس ملک کے لیے بھی اور اس ملک کے حالات کے لئے بھی۔ میں ان سے درخواست کروں گا کہ panic نہیں ہونا' ہاں حالات مشکل ہیں ۔ حکومت پوری کوشش کر رہی ہے اس پر قابو پانے کے لئے۔ لیکن اگر ہم panic کر گئے تو اس کے بعد شاید ہمارے لئے آگے حالات سنبھالنا بہت مشکل ہو جاتے ۔ بہت مہربانی۔ بہت شکریہ۔

جناب عبدالرحیم خان مندوخیل۔ جناب والا یہاں اپنے عباسی صاحب نے کہا کہ------

جناب چیئرمین۔ نہیں عباسی صاحب کی تقریر کا جواب نہ دیں۔

جناب عبدالرحیم خان مندوخیل۔ نہیں جواب نہیں۔ میرا اپنا ایک expression ایک نقطہ نظر ہے' وہ یہ ہے کہ ہم تمام پارٹیوں کی کانفرنس کی بات کر رہے ہیں۔

جناب چیئرمین۔ ٹھیک ہے۔ وہ آپ کا نقطہ نظر ہے' وہ ان کا نقطہ نظر ہے۔

جناب عبدالرحیم خان مندوخیل۔ نہیں انہوں نے کہا کہ صرف دو کے لئے۔ میرا مطلب ہے ہم تمام پارٹیوں کی بات کر رہے ہیں۔

جناب چیئرمین۔ مجھے پتہ ہے کہ آپ تمام پارٹیوں کی کر رہے ہیں انہوں نے دو کی کی ہے۔

ڈاکٹر صفدر علی عباسی۔ نہیں میرا نقطہ نظر مختلف تھا ۔ میں کسی پارٹی کو degrade کرنے کی کوشش نہیں کر رہا یہ بہت سے دوستوں کے ذریعے بات آئی تھی' ایم کیو ایم اور پی پی کے حوالے سے اس وجہ سے میں نے بات کی تھی۔

جناب چیئرمین۔ ایک منٹ جی حافظ صاحب کچھ کہنا چاہ رہے ہیں۔

حافظ حسین احمد۔ جناب یہ نمبر کے لئے کیا پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں۔ آپ ذرا عملے سے پوچھیں کہ کس کا نمبر تھا؟ مندوخیل صاحب سے پہلے میرا نمبر تھا۔

جناب چیئرمین۔ بہرحال ان کو کر لینے دیں پھر آپ کل کر لیں۔ ابھی تو کافی وقت ہے۔ آج ویسے بھی جلدی ختم کرنا ہے' انہوں نے جانا ہے صدر صاحب کے عشائیہ پر۔ جی ڈاکٹر حئی صاحب آپ کا کیا مسئلہ ہے؟

ڈاکٹر عبدالحئی بلوچ۔ کراچی situation پر میں بھی کچھ عرض کروں گا۔

جناب چیئرمین۔ احسان شاہ صاحب بھی کچھ بولنا چاہ رہے تھے۔ ویسے آفتاب صاحب اگر آپ مہربانی کرکے احسان شاہ صاحب کو بولنے دیں یہ چار پانچ دن پہلے بھی بولنا چاہ رہے تھے۔

جناب آفتاب احمد شیخ۔ جناب میں پہلے بھی مہربانی کرچکا ہوں مجھے نہیں بولنے دیا گیا۔ Now I protest, Sir۔

جناب چیئرمین۔ نمبر تو آپ ہی کا ہے۔

جناب آفتاب احمد شیخ۔ I will speak, Sir.

جناب چیئرمین۔ جی جناب یحیٰ بختیار صاحب آپ فرمائیے۔

جناب یحییٰ بختیار۔ میں یہ عرض کروں گا کہ صدر کے خطاب پر یہ سب کچھ cover ہو سکتا ہے۔

جناب چیئرمین۔ بہرحال جی وہ فیصلہ ہوا تھا۔ By concensus, lets not reopen it اس کو کل دیکھیں گے۔ جی اعوان صاحب آپ۔

جناب امداد علی اعوان۔ نہیں اگر سب دوست agree کریں تو رات دیر تک اجلاس چلایا جائے۔

جناب چیئرمین۔ یہ بھی ٹھیک ہے اگر آپ حضرات اس چیز پر agree کرلیں تو جو حضرات جانا چاہتا ہیں کیونکہ مجبوری ہے وہ چلے جائیں' باقی معاملہ جاری رکھیں۔ ٹھیک ہے جی۔ تو اس طرح کرتے ہیں کہ آج یہ جاری رہے گا اور مجھے بھی جانا ہے کچھ ان حضرات کو بھی جانا ہے۔ ہم آپ سے اجازت لے لیں گے اور یہ معاملے کو چلائیں تو پھر سب کی باری آجائے گی۔ جی جناب۔

پروفیسر این ڈی خان۔ کل چلانے کا مقصد ہی یہ ہے کہ آج سات بجے تک جیسا کہ آپ نے فرمایا تھا۔

جناب چیئرمین۔ لیکن اگر یہ تقریریں ہوتی رہیں۔

پروفیسر این ڈی خان۔ نہیں تو کل کرلیں ناں، کل ساری رات چلائیں۔ کل رکھنے کا مقصد ہی یہ ہے کہ اور بھی تقریریں زیادہ سے زیادہ ہوں، ورنہ آج wind up کرنا تھا تو آج آپ کرالیجیئے آخری تقریر شیخ صاحب کی ہوجائے اور کل کریں پھر چھ گھنٹے اور سات گھنٹے۔

جناب چیئرمین۔ جی جناب رضا ربانی صاحب۔

Mian Raza Rabbani: I would just add to what the Law Minister has said that tomorrow if we meet in the morning and then we can take a break for lunch and then after lunch we can meet again.

جناب چیئرمین۔ کیوں جی یہ ٹھیک ہے کہ کل دو سیشن کر لئے جائیں؟ آج دیکھیں پونے آٹھ بجے صدر صاحب کے ہاں جانا ہے تو ساڑھے سات بجے تک تو چلاتے ہیں۔ اس کے بعد کل اگر آپ سب کی رضا اس میں شامل ہے تو کل دو سیشن کرلیتے ہیں۔ ٹھیک ہے جی۔ جی جناب احسان شاہ صاحب آپ کیا کہنا چاہ رہے ہیں۔

سید احسان شاہ۔ جناب میری گزارش یہ ہے کہ ہم نے ہمیشہ یہ دیکھا ہے کہ اس ایوان میں چھوٹی جماعتوں کے ساتھ ہمیشہ زیادتی ہوتی ہے اور میری پچھلے تین دنوں سے یہی گزارش تھی کہ جناب اس بنچوں پر ایسے لوگ بیٹھے ہیں میں اپنی پاکستان نیشنل پارٹی کا واحد نمائندہ ہوں، ڈاکٹر عبدالحئی صاحب اپنی پارٹی کے واحد نمائندے ہیں۔ اسی طرح جاموٹ صاحب بھی واحد نمائندے ہیں۔ ہماری بات کوئی نہیں سنتا، اور ان بنچوں پر تو نظر عنایت ہوتی ہی نہیں۔ ہمارا یہی گلہ ہے۔ ایم کیو ایم کے چار نمائندے ہیں ایک تو بول چکا ہے---

جناب چیئرمین۔ بات یہ ہے کہ چونکہ کراچی کا مسئلہ ہے لہذا کراچی سے تعلق رکھنے والے حضرات چاہتے ہیں کہ اپنا نقطہ نظر بیان کریں۔

سید احسان شاہ۔ جناب والا، بلوچ بھی کراچی میں رہتے ہیں، پٹھان بھی رہتے ہیں پنجابی بھی رہتے ہیں۔ کراچی کا مسئلہ کس کا مسئلہ نہیں؟ کراچی کا مسئلہ اس ملک میں لینے والے ہر انسان کا مسئلہ ہے۔

جناب چیئرمین۔ آپ صحیح کہہ رہے ہیں۔ جی جناب ملک صاحب۔

Malik Muhammad Qasim: Sir, as far as Shah Sahib is concerned, he has a genuine grievance and I have also been watching, whenever he got up, some how or the other he did not get the opportunity.

Mr. Chairman: Let us agree that tomorrow we will give him No.1 time. Is it right?

شاہ صاحب لمبا نہیں بولتے، دس پندرہ منٹ بات کرتے ہیں۔

Malik Muhammad Qasim: I actually, did not get up for that reason. I wanted to support Shah Sahib but I got up and you were pleased to remark Sir, that this is the Karachi problem and therefore, Karachi people should speak.

Mr. Chairman: No. I said they will get preference.

Malik Muhammad Qasim: Sir, this is the problem of the whole of Pakistan and everybody has a right to speak. Karachi is as dear to me as my own constituency. Therefore, Sir, my submission is, I actually got up for that reason.

جناب چیئرمین۔ نہیں، میرا مقصد یہ تھا کہ یہ پاکستان کا مسئلہ ہے۔

but concerns Karachi, therefore, people from Karachi would like to say something about it.

چوہدری اعتزاز احسن۔ کراچی والے اس مسئلے کو خود حل کر سکتے تو یہاں پر بحث کی کوئی ضرورت نہ تھی۔

جناب چیئرمین۔ بالکل صحیح ہے۔

جناب آفتاب احمد شیخ۔ شاہ صاحب کو غالباً دس بجے کی flight سے جانا ہے۔

جناب چیئرمین۔ تو پھر ان کو وقت دے دیتے ہیں۔

جناب آفتاب احمد شیخ۔ اب عرض یہ ہے کہ پھر صبح نمبر ایک مجھے دیا جائے۔

جناب چیئرمین- ٹھیک ہے-

جناب یحییٰ بختیار - کراچی کے مسئلے پر کتنے دن بحث ہوگی اور صدر کے خطاب پر بحث کب ہوگی؟ صدر نے 14 نومبر کو تقریر کی تھی - 14 دسمبر کو ریزولیوشن آیا تھا اب 14 مارچ ہوگیا ہے -

Mr. Chairman: We will try and finish this tomorrow. Shah Sahib.

سید احسان شاہ- شکریہ جناب والا' آپ کا اور خاص طور پر شیخ آفتاب صاحب کا ' رضا ربانی صاحب کا اور ان تمام دوستوں کا جنہوں نے مجھے یہ موقع فراہم کیا - گزارش یہ ہے کہ کراچی کے مسئلے پر ہمارے بہت سارے دوستوں نے اظہار خیال کیا ہے - کچھ تقریروں سے ایسا لگا ہے کہ کچھ دوستوں نے صرف اپنی پارٹی کا موقف یہاں پر رکھا ہے اور اس سے ہٹ کر انہوں نے کوئی ایسی تجاویز نہیں دی ہیں جن سے کہ کراچی کا مسئلہ حل ہوتا ہو یا انہوں نے ان باتوں کی نشاندہی نہیں کی ہے جن سے کراچی کا مسئلہ پیدا ہو گیا ہے - میں ان سے بہت ہی junior آدمی ہوں ' اپنی مختصر سی تقریر میں میری کوشش یہ ہوگی کہ میں to the point بات کروں اور ان مسائل کو آگے لاؤں جو واقعی سندھ میں' جو میں سمجھتا ہوں یا میری نیشنل پارٹی سمجھتی ہے کہ کیا مسئلے ہیں - جناب والا! سندھ کے شہروں میں امن و امان کا مسئلہ یہ کوئی ایک دم سے پیدا نہیں ہوا- سندھ کے شہروں میں امن و امان کا مسئلہ پیپلز پارٹی کی پہلی حکومت میں جب ممتاز بھٹو صاحب وہاں پر وزیر اعلیٰ تھے سندھ اسمبلی میں. سندھی زبان کے نام سے ایک بل پیش کیا گیا اور اس بل کے بعد جو سندھ کے شہروں میں آگ لگی ' سندھ کے دیہی علاقوں اور شہری علاقوں میں کشیدگی پیدا ہوئی وہ آپ سب کے سامنے ہے - پھر اس کے بعد جناب والا! رئیس امروہی مرحوم نے ایک شعر لکھا کہ

ذرا دھوم سے نکلے
اردو کا جنازہ ہے -

اور اس شعر کے بعد سندھ کے شہروں میں اتنے ہنگامے ہوئے ' اتنے فسادات ہوئے کہ وہاں سے انتظامیہ کو مجبورا" کرفیو لگانا پڑا- حیدر آباد اور کراچی میں ان دنوں کرفیو لگ گیا- یہ معاملہ اتنا اہم تھا کہ اس وقت کے وزیر اعظم جناب ذوالفقار علی بھٹو صاحب نے اسی شہر اسلام آباد میں دونوں مکاتب فکر کی' دونوں طرف کے اہل قلم کی کانفرنس بلائی جس میں میر غوث بخش بزنجو

صاحب کی خدمات حاصل کی گئیں کیونکہ میر غوث بخش بزنجو صاحب کو دونوں مکاتب فکر کے لوگ ایک مقام دیتے تھے اور ان دونوں مکاتب فکر کے لوگوں کے لئے ان کی شخصیت قابل قبول تھی۔ جناب وہ مسئلہ ختم نہیں ہوا تھا کہ ملک میں مارشل لاء لگ گیا اور مارشل لاء کا بنیادی فلسفہ یہی تھا کہ عوام کو آپس میں لڑا کر اور آپس میں الجھا کر اپنی اقتدار کو طول دیں ۔ اس میں ان کے لئے سب سے بہترین جگہ کراچی اور سندھ تھی۔ ہم نے دیکھا کہ مارشل لاء کی حکومت جب آئی تو الطاف حسین صاحب اور جی ایم سید صاحب میں دوستیاں بڑھ گئیں ۔ جی ایم سید صاحب کو جب غدار کہا جاتا تھا۔ مرحوم ضیاء الحق صاحب نے ان کو ہاسپیٹل میں جا کر گل دستے پیش کیے اور ان کو ایک سندھ کے دیہی علاقوں کا ایسا لیڈر پیش کیا جس سے اس کی تحریک کو اس کی سوچ کو اور آئندہ کے ارادوں کو تقویت مل گئی ۔ اس وقت الطاف حسین صاحب اور جی ایم سید صاحب آپس میں بہت ہی گہرے دوست تھے تو مارشل لاء کی حکومت نے سندھ کے شہری علاقوں میں الطاف حسین صاحب کی حمایت کی اور سندھ کے دیہی علاقوں میں جی ایم سید صاحب کی حمایت کی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سندھ کے اندر ایک division پیدا ہو گئی ۔ سندھ کے شہری علاقوں میں بسنے والے لوگ ایک دوسرے کے خلاف صف آراء ہو گئے جس کا نتیجہ یہ نکلا جناب والا! کہ وہ شہر جس کو اس ملک میں بسنے والی ہر قوم کہتی تھی کہ یہ ہمارے لئے پناہ گاہ ہے ، جس کو بلوچ ، پختون ، پنجابی ، سندھی غرض کہ باہر سے آنے والے لوگ جو اس ملک میں illegally آتے تھے انہوں نے بھی اس کو اپنی پناہ گاہ تصور کیا وہ امن کا شہر ، وہ روشنیوں کا شہر ، وہ آشتی کا شہر آہستہ آہستہ شہر آشوب بنتا چلا گیا۔ پھر ہم نے دیکھا کہ 1988 میں جب پیپلز پارٹی دوسری مرتبہ برسر اقتدار آئی تو اس وقت سندھ کی انتظامیہ مارشل لاء کے ان کرتوتوں کی وجہ سے اتنی بے بس ہو چکی تھی ، اتنی ناکارہ ہو چکی تھی کہ وہاں پر پیپلز پارٹی اور ایم کیو ایم کے غنڈوں نے ایک دوسرے کے کارکنوں کو یرغمال بنانا شروع کیا۔ سٹیل مل کا واقعہ میں سمجھتا ہوں ہمارے سامنے ہے جہاں سے ایک دوسرے کے بندوں کو اٹھا کر اپنے کیمپوں میں لے جا کر tarture کیا گیا۔ پھر فوج کے پاس اختیارات نہیں تھے فوج اتنی بے بس تھی کہ اس نے یہ فیصلہ کیا کہ اس کی نگرانی میں گفت و شنید ہو پھر ایک دوسرے کے یرغمالی ٹرانسفر کئے گئے فوج کی موجودگی میں ۔

پھر جناب ملک میں ایک اور حکومت نواز شریف صاحب کی آئی ۔ میاں صاحب کی

حکومت نے یہ فیصلہ کیا کہ سندھ میں امن و امان بحال کرنے کے لئے ہمیں وہاں فوج بھیجنی
چاہیے جو کہ آخری حربہ تھا۔ اپنی سرزمین پر کسی خطے میں جب بد امنی ہو جہاں پر انتظامیہ فیل ہو
چکی ہو جہاں پر پولیس اور باقی ادارے فیل ہو چکے ہوں فوج بھیجنا میں سمجھتا ہوں وہ آخری حربہ
ہے اس کے بعد پھر کوئی چیز باقی نہیں رہتی۔ اور ہم نے وہاں یہ بھی آزما کے دیکھا اور اسی فلور
پر پاکستان نیشنل پارٹی نے جس کا اس وقت بھی میں نمائندہ تھا میں نے یہی کہا کہ جناب والا
فوج سندھ کے مسائل کا حل نہیں ہے۔ فوج کے چلے جانے سے سندھ کے مسئلے حل نہیں ہونگے
چونکہ سندھ کے مسئلے معاشی ہیں سیاسی ہیں لسانی ہیں وہ فوج کے ذریعے حل نہیں ہو سکتے اور یہی
ہوا فوج کو ہم نے بااختیار کیا اور سندھ بھیج دیا مجبوراً فوج ناکام ہو کر واپس لوٹ آئی۔ پھر اس
پر غضب یہ ہے کہ فوج بھی متنازعہ ہو گی سندھ کے شہری علاقوں میں بسنے والے لوگوں نے کہا
کہ جی فوج نے ہمارے ساتھ زیادتی کی دیہی علاقوں میں بسنے والے لوگوں نے کہا کہ جی فوج نے
ہمارے ساتھ زیادتی کی نتیجہ یہ ہوا کہ فوج کے خلاف نفرتیں سندھ کے شہری اور دہی علاقوں میں
پھیل گئیں۔ جناب والا سندھ کے شہروں میں جو موجودہ مسائل ہیں میرے خیال میں وہ اتنے
گھمبیر ہو چکے ہیں وہ اتنے بھیانک ہو چکے ہیں کہ وہ نہ اب ایم کیو ایم کے بس میں نہ پیپلز پارٹی
کے، نہ مسلم لیگ کے اور نہ کسی اور جماعت کے بس میں ہیں۔ وہاں پر بد امنی کا وہاں پر
ہمارے آپس کے جھگڑوں کا فائدہ اٹھاتے ہوئے پاکستان دشمن قوتوں نے وہاں پر اپنا گڑھ بنا لیا۔
اب ہم دیکھ رہے ہیں کہ امام بارگاہوں پر مسجدوں پر ہر جگہ پر فائرنگ ہو رہی ہے اور لوگ مارے
جا رہے ہیں کیا ہم یہ نہیں سوچتے کہ جی ایک مسلمان کے لئے چاہے وہ شیعہ ہو، یا سنی ہو، بریلوی
ہو، دیوبندی ہو، اس کے لئے مسلمان مسلمان ہوتا ہے اس کے لئے ہر عبادت کرنے والا شخص
معتبر ہوتا ہے کم از کم ہم میں سے یہ کوئی سوچ نہیں سکتا کہ ایک مسلمان جا کر عبادت گاہ میں
دوسرے کو مارے یہ کون کر رہا ہے؟ یہ پاکستان دشمن قوتیں کر رہی ہیں اور انہوں نے ہمارے
آپس کے انتشار سے فائدہ اٹھایا ہے۔

سندھ کے مسائل کا حل یہ نہیں ہے کہ جی آپ ایم کیو ایم اور پیپلز پارٹی آپس میں مل
جائیں تو سندھ کا مسئلہ حل ہو جائے گا۔ میں دعویٰ کے ساتھ کہتا ہوں کہ آج مسئلے اتنے خراب ہو گئے ہیں
ان کی وجہ سے آج ہمارے آپس کے انتشار کی وجہ سے مسئلے اتنے بگڑ گئے ہیں کہ اگر ہم تمام جماعتیں
بھی متحد ہوں تو شاید ہی وہ معاملہ ٹھیک ہو۔ بات اب صرف یہ ہے کہ سندھ کے شہروں میں جتنے illegal

رہنے والے ہیں جتنے غیر قانونی طور پر وہاں پر رہتے ہیں ان کو باہر منتقل کیا جائے شہر سے اور سندھ کے شہروں کو ایک ایسا علاقہ قرار دیا جائے کہ جہاں پر Interior Ministry کی permission کے بغیر کوئی داخل نہ ہو سکے۔ اگر چھ مہینے تک ہم یہ برقرار رکھیں تو ممکن ہے کہ را کے ایجنٹ اور باقی دوسری قوتیں ان کی وہاں پر activities کم ہوں otherwise سندھ کی صورتحال ایسی ہے جس پر ہم تمام پاکستانی روتے ہیں اس پر ہماری تشویش ہے۔

تو جناب والا میں اس ایوان کا زیادہ وقت نہیں لینا چاہتا میں ان تمام دوستوں کا مشکور ہوں جنہوں نے مجھے سنا اور میں آپ کا مشکور ہوں اور جناب ملک قاسم صاحب کا انتہائی مشکور ہوں جنہوں نے مجھے اظہار خیال کا یہ موقع فراہم کیا۔ پاکستان زندہ باد۔

جناب چیئرمین۔ شکریہ جی۔ ایک اور پندرہ منٹ کی تقریر کا وقت ہے کوئی چھوٹی تقریر والا آدمی ہے یہاں پر؟

زاہد اختر صاحب آپ چھوٹی تقریر کریں گے؟ میرا خیال ہے کہ سیف اللہ پراچہ صاحب نے تقریر نہیں کی ہے۔

(مداخلت)

جناب چیئرمین۔ مجھے پتہ ہے کہ وہ بہت precise بولتے ہیں۔

Even Kamal being lawyer, is very precise.

جناب سیف اللہ خان پراچہ۔ میں جناب lawyer نہیں بلکہ انجینئر ہوں۔

جناب چیئرمین۔ میں جانتا ہوں۔

حافظ حسین احمد۔ آپ اب تقاریر بھی ناپنے لگے ہیں۔

جناب چیئرمین۔ اب تجربہ ہو گیا ہے۔

حافظ حسین احمد۔ جناب والا! باری تو میری ہے۔

جناب چیئرمین۔ آپ کی باری کل ہے۔ کل سارا دن اسی موضوع پر بحث ہو گی۔

جناب سیف اللہ خان پراچہ۔ جناب والا! میں آپ کا بڑا مشکور ہوں کہ آپ نے

مجھے موقع دیا ہے ۔ کراچی کے متعلق ہم نے ، دونوں طرف سے خیالات سنے ہیں اور تجاویز بھی سنی ہیں ۔ کراچی ایک ایسا شہر ہے جو سب کا ہے ۔ یہ کہنا ہے کہ یہ MQM کا شہر ہے یا سندھیوں کا شہر ہے ، یہ بالکل غلط ہے ۔ میں خود 1938 میں St.Patricks میں پڑھا ہوں اور اسی طرح ہمارے کئی دوسرے ساتھی بھی کراچی سے منسلک رہے ہیں ۔ اس کے علاوہ کراچی ہمارا financial capital ہے ۔ ملک میں جتنا ریونیو آتا ہے ، اس کا زیادہ حصہ اسی شہر سے آتا ہے ۔ کراچی پاکستان کا سب سے بڑا tourists attraction centre ہے ۔ ہمارے بلوچستان کے لوگ ہمیشہ دسمبر ، جنوری اور فروری ، کراچی میں بمعہ فیملی جاتے تھے کہ ان دنوں وہاں ایک اچھا موسم ہوتا ہے اور وہاں اچھا ٹائم گزرتا ہے ۔ اب جب کہ کراچی جل رہا ہے تو اس کا سب پر اثر پڑ رہا ہے ۔ سوال یہ ہے کہ ہمیں اتنی سادگی بھی اختیار نہیں کرنی چاہیے کہ یہ کہہ دیا جائے کہ یہ معاملہ صرف MQM اور پیپلز پارٹی کا ہے ۔ اب یہ معاملہ زیادہ بڑھ گیا ہے ۔ اس میں foreign hand ہے ، اس میں ڈرگ مافیا کا بھی ہاتھ ہے ۔ ہمیں اس situation کو ٹھیک کرنے کے لئے اس بات کی بہت ضرورت ہے کہ ہم مل کر اس مسئلہ کے solutions تلاش کریں ۔

جناب چیئرمین صاحب ! پولیس کا ذکر یہاں آیا ہے ۔ دنیا کی کوئی بھی پولیس ہو ، جب تک اس کے ساتھ عوام کا تعاون نہیں ہوگا ، وہ کامیاب نہیں ہو سکتی ۔ اس مسئلہ پر ہمیں political dialogue کرنے چاہئیں ہے ، جس کے لئے بار بار پیپلز پارٹی والے بھی کہتے رہے ہیں ، پیپلز پارٹی کی چیئرپرسن بھی کہتی رہی ہیں ، لیکن ضرورت اس بات کی ہے کہ اسے عملی جامعہ پہنایا جائے ۔ بیٹھ کر political dialogoue ہوں ۔ مجھے امید ہے کہ خدا کرے گا کہ اس کا کوئی نہ کوئی solution نکل آئے گا ۔ میں نے اپنی پچھلی تقریر میں ٹھوس تجاویز پیش کی تھیں کہ ان dialogues کو آگے بڑھانے کے لئے کیا کیا جائے ۔ انہی تجاویز کو مدنظر رکھتے ہوئے میں دوبار عرض کروں گا کہ ایک طریقہ کار اختیار کیا جائے تاکہ یہ ایک continuous process ہو ۔ میں عرض کرتا ہوں کہ بات کرنے سے ہی کوئی حل نکلے گا ۔

اس کے علاوہ پولیس کے نظام میں بھی ہمیں تبدیلی لانا ہوگی ، جس سے وہ عوام کا تعاون حاصل کر سکے ۔ اس مقصد کے لئے ایسے سنٹرز کھولنے ہوں گے ، جہاں لوگ کسی واقعہ کے بارے میں اطلاع دے سکیں ۔ یہ تو ہو نہیں سکتا ہے کہ کوئی crime ہو اور اسے کسی نے نہ دیکھا ہو یہ ناممکن ہے ، اسے ضرور کسی نہ کسی نے دیکھا ہو گا ۔ مگر پبلک پولیس کے پاس

جانے کے لیے تیار نہیں ہے - لہذا ایسا انتظام ہونا چاہیئے کہ پبلک بغیر اپنا نام دیئے اطلاع دے سکے۔ یقیناً اس میں سے nine out of ten شاید غلط ہو مگر one out of ten صحیح خبر ہوگی - اس سے بڑا فرق پڑے گا۔ اسی طرح ہماری پولیٹکل پارٹیز ہیں جو well organised ہیں ایم کیو ایم سمیت - جن کے کراچی میں سینٹرز ہیں - پبلک میں rout ہو رہے ہیں - ان پارٹیوں کو بھی اپنے لوگوں کو اپیل کرنی چاہیئے کہ بھئی اگر آپ کوئی چیز مشکوک دیکھتے ہیں۔ چلو پولیس کو نہ سہی پارٹی کے سینٹر کو اطلاع دیں اور پارٹی کے جو سینٹرز ہوں ان کا پھر پولیس کے ساتھ تعلق ہونا چاہیئے - اور وہ آگے اطلاع دیں۔ ابھی انعام کا بھی اعلان ہوا ہے - میں امریکہ کے اعلان شدہ انعام کی بات نہیں کر رہا ہوں اپنے پاکستانی ۲۰ لاکھ روپے کے انعام کا جو ذکر ہوا ہے اس کے بارے میں عام تاثر یہ ہوتا ہے جناب کہ وہ ۲۰ لاکھ روپیہ تو ہمیں کبھی نہیں ملے گا۔ وہ تو خرد برد ہو جائے گا۔ اس کو بھی شفاف بنانا ہوگا۔ کوئی طریقہ کار ایسا اختیار کرنا ہوگا کہ جو information دے - ایک تو اس کا نام خفیہ رہنا چاہیئے - وہ اپنی جان پر تو نہیں کھیلے گا اور آپ کو بتائے گا۔ دوسرے انعام کی وہ رقم اس تک پہنچ بھی سکے۔ میں نے اخبار میں پڑھا ہے کہ آئی۔جی صاحب کو فون کریں یا فلاں سینئر آفیسر کو فون کریں بات تو وہی ہو جائے گی۔ جب انعام لینے کا وقت آئے گا تو جس نے انعام لینا ہے اس کو شاید چوتھا حصہ ملے دسواں حصے ملے - باقی جو ہے وہ کہیں اور چلا جائے گا۔

جناب اس کے کئی پہلو ہیں اور ہمیں ہر پہلو پر کام کرنا ہوگا اگر ہم نے کراچی کا مسئلہ حل کرنا ہے - میں نے جان بوجھ کر وہ تمام باتیں دہرائی نہیں ہیں کہ کراچی میں کیا ہو رہا ہے اور کیا مارا ماری ہو رہی ہے - میرے سب بھائیوں نے ذکر کیا ہے۔ کیونکہ آپ نے کہا ہے کہ تقریر مختصر کرنی ہے۔ تو اس کو میں نے omit کر دیا ہے۔ اور مختصراً summerise کرکے یہ عرض کروں گا کہ ایک تو تمام political parties جن کے اچھے انتظام ہیں - جماعت اسلامی، ایم کیو ایم، including PPP جو کراچی میں well entrench ہیں وہ بھی اپنے سیل کھولیں۔ معلومات حاصل کریں اور معلومات پولیس تک پہنچائیں۔ نمبر ایک۔ نمبر دو ایسے اقدام کیے جائیں کہ پولیس کے ساتھ پبلک کا تعاون ہو۔ وہ پبلک جو پولیس سے shy ہے یہ غلط ہے اور جب تک پبلک shy رہے گی پولیس کامیاب نہیں ہوگی۔ یہ ان کا کام ہے اور ہمیں پولیس کا ہاتھ مضبوط کرنا چاہیئے - وہ تب ہی مضبوط کر سکیں گے کہ یہ confidence ہم بحال کر سکیں۔ تیسرے

political dialogue ہونا چاہیئے اور ایسا نظام ہونا چاہیئے کہ یہ continuous affair ہونا چاہیئے one time دعوت نہیں ہونی چاہیئے - بار بار ملنا چاہیئے بار بار بات کرنا چاہیئے - جب تک کہ اس کا حل نہیں نکلتا - جیسے وہ pope elect کرتے ہیں کمرے میں بند کر دیتے ہیں - کہتے ہیں جب تک elect نہیں کرو گے آپ لوگ باہر نہیں آ سکتے - پھر جب چمنی سے دھواں باہر آتا ہے تو وہ اشارہ ہوتا ہے کہ pope elect ہو گیا۔ کوئی ایسا انتظام کرنا ہوگا کہ جب تک solution نہیں ہوتا ڈائیلاگ چلتا ہی رہے۔ تاکہ کوئی نہ کوئی solution اس کا نکلے ۔ یہ impossible بات نہیں ہے - سیاست میں یہی ایک بڑی بات ہوتی ہے کہ ڈائیلاگ کے ذریعے talks through حل نکلتے ہیں۔ اور اس کو ہم فروغ دیں۔ مگر کس طریقے سے فروغ دیں ہم نے تقریریں دونوں طرف سے سنی ہیں کہ جی ہم ڈائیلاگ کے لیے تیار ہیں - پیپلز پارٹی والوں نے بھی بار بار اس کی assurance دی ہے ادھر سے بھی ہے - مگر physical dialogue میں نہیں دیکھ رہا ہوں - اکا دکا ہوا ہے۔ مگر یہ تو continuous ہونا چاہیئے اور ہم محسوس کرتے ہیں کہ جتنی سیاسی پارٹیز ہیں جب تک ہم ان کو شریک نہیں کریں گے۔اس وقت تک یہ جو قومی مسئلہ ہمارے سامنے ہے - اس کا حل ہمیں نہیں ملے گا۔ بہت بہت شکریہ - بڑا مختصر کیا ہے۔

ORDINANCES--- LAID

Mr. Chairman: Yes please Prof.Khan Sahib.

Prof. N.D. Khan: Ordinances, Sir.

Mr. Chairman: Please lay the ordinances.

Mr. N.D.Khan: Thank you Mr. Chairman.

With the permission of the Chair, I beg to lay before the Senate the following Ordinances as required by clause (2) of Article 89 of the Constitution of the Islamic Republic of Pakistan:

1. The Pakistan Water and Power Development Authority (Amendment) Ordinance, 1995(VIII) of 1995.

2. The Tribunal for Disadvantaged Persons Ordinance, 1995(X) of 1995.

3. The Pakistan Institute of Medical Sciences Ordinance, 1995 (XI) of 1995.

Thank you, Sir.

Mr. Chairman: The Ordinances stand laid.

So, we adjourn the House for tomorrow 10.00 AM and tomorrow we will have two sessions one in the morning, one in the afternoon, starting with Aftab Sheikh Sahib.

[The House then adjourned to meet again at 10 O'clock in the morning on Wednesday, March 15,1995]

PCPPI—1079 (96)Senate—12-6-96—180.